شعبۂ تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

★ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ
★ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۶۸ء ★

تعمیر حیات

★ قیمت فی پرچہ ۳۰
★ سالانہ چندہ ۔۔ روپیہ

اڈیٹر ـــ سید محمد الحسنی
معاون ـــ سعید الاعظمی ندوی

Phone 22948 Regd No L 1981

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

DARULULOOM ADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

مکتبہ دار العلوم کی دوسری مطبوعات

حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد الحسنی، مدیر "البعث الاسلامی" و "تعمیر حیات"

پیش نظر کتاب میں مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ بانی ندوۃ العلماء کی سیرت اور انکی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ندوۃ العلماء جیسی تحریک کا قیام مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار دور نظامت، سلوک و تربیت اور عمومی بیعت و اصلاح کے ذکر کے ساتھ ساتھ رد عیسائیت، بہار میں فتنہ قادیانیت کے استیصال پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مولانا کی سیرت کے ساتھ ندوۃ العلماء کی مختصر تاریخ بھی نظروں کے سامنے آجائے، کتاب مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کے مقدمہ سے مزین ہے!

مسئلۂ ختم نبوت ـ علم و عقل کی روشنی میں

تالیف: مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

اس کتاب میں مسئلۂ ختم نبوت کو ٹھوس علمی و تحقیقی انداز میں ثابت کیا گیا اور عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور ضرورت کو خالص علمی و عقلی دلائل سے واضح کیا گیا ہے، ہر صاحب عقل سلیم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ختم نبوت کا قائل ہو جائیگا، قادیانیت کے طلسم میں گرفتار اور عقیدۂ ختم نبوت میں شک و شبہ کرنیوالے افراد کے حق میں یہ فاضلانہ تصنیف روشنی کا ایک عظیم مینار ہے!

قیمت: ۲ روپے ۲۵ نئے پیسے

جزیرۃ العرب

از مولانا محمد رابع ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

یہ جغرافیہ کی کوئی خشک کتاب نہیں بلکہ اس میں سیرت و تاریخ و ادب عربی کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اسکی وجہ سے کسی جگہ کی جغرافیائی اہمیت کیساتھ اسکی دینی اور ادبی اہمیت بھی نظروں کے سامنے آجاتی ہے اس سلسلہ میں قدیم و جدید دونوں ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اہم مقامات کے قدیم ناموں کیساتھ جدید نام بھی بتائے گئے ہیں اور جگہ جگہ وضاحتی نقشے بھی دیئے گئے ہیں، اسکا تذکرہ عالم عربی کے اخبارات نے اچھے الفاظ میں کیا ہے، دار العلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔

قیمت ۵ روپیہ

تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ

از مولانا ابو الحسن علی حسنی ندوی

چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ عالم حضرت مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی کی سوانح حیات، حالات، ارشادات و ملفوظات جو دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ عین شریعت کی روح ہے، وہ حضرات جو وحدت و محبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔

قیمت عہ

دہلی اور اسکے اطراف

از مولانا حکیم سید عبد الحی، سابق ناظم ندوۃ العلماء

یہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سفرنامہ اور روزنامہ ہے جو انیسویں صدی کے آخر میں لکھا گیا تھا اس سفرنامے سے اندازہ ہوگا کہ گذشتہ صدی کے علماء کس ثقافت اور علم کے حامل تھے اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع، عمیق اور ہمہ گیر تھا، آپ کو اس سفرنامہ میں شعر و سخن کا ذوق سلیم، تاریخی واقفیت، سلاسل تصوف اور انکی شاخوں اور قبروں پر اطلاع، متقدمین کی تصنیفات اور کتابوں سے آگاہی اور ان کے مسلک اور عہد کے نشانات جا بجا ملیں گے

قیمت مجلد [illegible]

مبلغ اعظم

حضرت مولانا محمد یوسف (رحمۃ اللہ علیہ) کی

سوانح حیات اور تبلیغی زندگی پر
حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ
کی پسند فرمودہ کتاب سوانح مولانا محمد یوسف رح
مولفہ مولانا محمد ثانی حسنی — قیمت ۱۰ روپے
مجلد خوبصورت ڈسٹ کور ۱۸×۲۲/۸ صفحات ۷۱۲

Cover printed at NADWA Press, Lucknow

یہ ممکن نہیں ہے

عارفین کا قول ہے کہ خدا کی قسم، پھر خدا کی قسم! خداوند تعالےٰ کو اپنے آپ پر رونے کی آواز سے زیادہ کوئی آواز پیاری نہیں ہے، پس چاہیئے کہ آج اس راہ کے صدیق اور دین کے پیشوا ماتم خوانی خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے سیکھیں۔

اے بھائی! جو کوئی ہر لحظہ اپنے آپ پر ماتم اور آہ و فغاں نہیں کرتا وہ ایک مدعی ہے جو قیامت سے غافل ہے اور ایک مردار ہے جس کا دل حسرتوں سے بھرا ہوا ہے، یہ کیا جھوٹی خواہشات ہیں کہ آج ہر سر میں ان کا سودا ہے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ دنیاوی جاہ و جلال ہونا چاہیئے اور ہمارے احکام کے جرو نہی کا نفاذ ہونا چاہیئے اور دنیا کی ناز و نعمت ہونی چاہیئے اور عزت اور اس کا ہمیشہ اظہار ہونا چاہیئے اور پھر اس سب کے ساتھ خداوند تعالےٰ کے ساتھ آشنائی بھی ہونی چاہیئے، خدا کی قسم یہ ناممکن ہے

شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ

تاریخ دعوت و عزیمت ج ۳

جلد ۵ — شمارہ ۲۰

پندرہ روزہ
تعمیرِ حیات لکھنؤ

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۶۸ء

اس شمارے میں

عنوانات	مضمون نگار	صفحات
ایک نرالی منطق اور نیا فتنہ	سعید الاعظمی ندوی	۳ - ۴
یک دو ساعت صحبتے با اہلِ دل	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۵
مسلم پرسنل لا	مولانا سید محمد منت اللہ رحمانی	۶ - ۷
توراۃ کی روشنی میں	حکیم محمد کامل بحر العلومی	۸ - ۹
جکارتہ کے مرکز اسلامی سے دردمندانہ اپیل	ترجمہ سید ضیاء الحسن ایم اے	۱۰ - ۱۱
دینی تعلیمی کونسل کا جلسۂ عام	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۱۲
ایک روشن دماغ تھا نہ رہا (نظم)	رشید الشاکری ندوی	۱۳
لیلی الاخیلیہ	محمد نعیم صدیقی ندوی	۱۴
نیل کے مجاہد	سید صدیق منیر ندوی	۱۵
یروشلم	اسرار خاورشناس	۱۶
عرب زخمہ شوقم ہنوز بے خبر است	مولانا سید حبیب الحق ندوی	۱۷
اشتہار و بقیہ مضامین	. . . .	۱۸
بے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات	ترجمہ محمد اقبال اعظمی ندوی	۱۹

پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر محمد الحسنی نے تنویر برقی پریس میں چھپوا کر دفتر تعمیر حیات شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک نرالی منطق اور نیا فتنہ

(از سعید الاعظمی ندوی)

مذہب سے ہم کس حد تک عملاً دور ہو چکے ہیں اور ہماری گرفت احکام شریعت سے کتنی ڈھیلی پڑتی جا رہی ہے، اس کا اندازہ اسی وقت صحیح طور سے ممکن ہے، جب ہم پوری اسلامی دنیا پر ایک سرسری نظر ڈالیں اور مسلمانوں کی علمی اور ایمانی زندگی کا کسی حد تک تجزیہ کریں، یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ اس وقت کفر و الحاد کی طاقتیں پوری طرح مسلم ممالک پر سایہ فگن ہیں، ہر جگہ ایسے افراد یا تنظیمیں موجود ہیں جو اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو شعوری یا غیر شعوری طور پر ان کے سرچشمۂ حیات مذہب سے جدا کر دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہی ہیں، حبشہ، صومال، انڈونیشیا، لائبیریا، اریٹریا کے ساتھ ساتھ مصر و شام عراق و لبنان الجزائر و تونس ہر جگہ کفر و الحاد کی طاقتیں ابھر کر سامنے آ چکی ہیں اور اسلام سے ٹکر لینے کے لئے اپنا مورچہ سنبھال رہی ہیں۔

یہ کام بعض مسلم ممالک میں حکومتوں کی زیر سرپرستی انتہائی حکمت عملی کے ساتھ انجام پا رہا ہے اور کہیں بالکل جارحانہ انداز میں مسلمان ختم کئے جا رہے ہیں (جیسے حبشہ وغیرہ) ان کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اور اسلام کو دیس نکالا دیا جا رہا ہے، اس کے علاوہ عرب ممالک میں اب ایک نیا فتنہ سر اٹھا رہا ہے، ملحدین کی ایک بڑی تعداد نے اب یہ نعرہ بلند کرنا شروع کر دیا ہے کہ (کفر ہی عزت کا راستہ ہے) الکفر طریق النصر، ان کی دلیل یہ ہے کہ عربوں نے (معاذ اللہ) خدا اور رسول کو مان کر اور اسلام کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر بجز ذلت و نکبت، شکست و ہزیمت کے کچھ نہیں پایا، وہ کہتے ہیں کہ دین و ایمان کو ہم نے آزما کر دیکھ لیا کہ اس کی وجہ سے کس طرح بر سر عام ہماری رسوائی ہوئی اور کتنا بڑا علاقہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا اور ہم اتنی بڑی تعداد میں رہ کر کس طرح دنیا کے سامنے ذلیل ہوئے اس کے برعکس اسرائیل نے مذہب و اخلاق سے کوئی واسطہ نہیں رکھا اور اس سے بیزاری کا ثبوت دیا، تو کس طرح اتنی قلیل تعداد کے باوجود وہ اتنی بڑی قوم پر غالب آیا، اور اس نے ایک جنگجو اور صاحب تاریخ قوم کو شکست دے کر دنیا میں اپنی عزت دوبالا کر لی۔

آج اس نرالی منطق کا بہت بول بالا ہے اور سادہ لوح عوام اس سے دھوکا کھا رہے ہیں، اس موضوع پر کتابیں بھی نکل رہی ہیں اور ایک مستقل تحریک کے انداز میں اس کی اشاعت نظم و نثر ہر راہ سے کی جا رہی ہے، اور ادب اور صحافت کو اس ناپاک عزم کے بروئے کار لانے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے، ابھی حال ہی میں ایک ادیب نے جس کا نام ندیم البیطار ہے۔ ایک کتاب من النکسۃ الی الثورۃ (شکست سے انقلاب تک) لکھی ہے، اس کتاب میں اس نے کھلم کھلا کفر صریح کی دعوت دی ہے، اور عرب انقلابی سوشلزم کا نعرہ بلند کرنے والے نوجوانوں کو للکارا ہے کہ وہ جلد سے جلد ہماری سوسائٹی کو مذہب کے قید و بند سے آزاد کرانے کے لئے اٹھیں، اور یورپ نے اس سلسلہ میں جو اقدام کیا اس کو مشعل راہ بنائیں، وہ لکھتا ہے کہ دو سو سال قبل یورپ کے انقلابیوں نے

اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ انقلاب کا مطلب ہے سوسائٹی کو مذہب کی بندشوں اور پابندیوں سے آزاد کرنا، لیکن افسوس کہ عرب انقلابی ذہن اب تک جان بوجھ کر اس حقیقت کو نظرانداز کر رہا ہے اور اس سے مکمل تجاہل برت رہا ہے، وہ عرب ممالک میں کمیونسٹوں کو اس بات پر سخت لعنت و ملامت کر رہا ہے، انھوں نے جمود کے عناصر کو شکست دینے اور اسلامی تقلید کا خاتمہ کرنے کے لئے جو کچھ کرنا چاہئے تھا نہیں کیا، وہ ان کمیونسٹ نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"تم نے مذہب کو ہدف تنقید بناکر اور اس پر فیصلہ کن حملہ کر کے اپنی بہت بڑی کمزوری کا ثبوت دیا ہے، اگر تم نے مذہب کو مٹا دیا ہوتا، تو تم کو جیل خانوں کا منہ کبھی نہ دیکھنا پڑا ہوتا، یہ کتنی تعجب کی بات ہے کہ کمیونزم کے فلسفہ پر ایمان لانے کے باوجود تم مذہب کو مٹانے کی کوشش نہیں کر رہے ہو۔"

اس کے بعد لکھتا ہے کہ:

"اگر دنیا کو رجعت پسندی اور مذہب کے قید و بند سے کوئی نجات دلا سکتا ہے تو وہ صرف انقلابیوں کا راستہ ہے، اس کے بغیر ہماری تہذیب و ثقافت اور ہماری ہر محبوب متاع فنا کے گھاٹ اتر جائے گی، یہی انقلابی زمین کا نمک ہیں، اور (العیاذ باللہ) خدا کے تصور کو ختم کرنے کے ذمہ دار ہیں، اس لئے کہ مجھے یقین ہے کہ اب تک خدا کا کہیں وجود نہیں ہے۔"

کفر صریح کی علی الاعلان دعوت اور اس کا فراز جرأت کا نمونہ پیش کرنے کے بعد عرض ہے کہ پورے عالم اسلام کو اسی چیلنج کا سامنا ہے اور دنیا میں ہر جگہ کے مسلمان اس خطرہ کی زد میں ہیں، اس کے مقابل میں جو دینی، علمی اور دعوتی سطح پر جو کوششیں ہو رہی ہیں وہ کھانے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں، اور ان کا اثر بہت محدود ہے، برخلاف ان تحریکوں کے جو دین کو مٹانے اور اسلامی تاریخ کا خاتمہ کرنے ــــ اور علی الاقل ایک نیا اسلام پیش کرنے کے لئے سطح پر نمودار ہو رہی ہیں، ان کی پشت پناہی بڑی بڑی طاقتیں کر رہی ہیں، اور ہر طرح کے مادی وسائل و امکانات سے وہ لیس ہیں، ان کے پاس نشر و اشاعت کے ذرائع موجود ہیں، اور سادہ لوح عوام کے ایمان کو مٹانے اور ان کے یقین کو متزلزل کرنے کے لئے کسی بات کی کمی نہیں ہے، کہیں عیسائی مشنریوں کی راہ سے یہ کام انجام پا رہا ہے تو کہیں دہشت پسندی اور قتل و غارت گری کے راستے سے مسلمانوں کو ارتداد کی سنگلاخ وادیوں میں گھسیٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے، کہیں مال و دولت کی طمع دلا کر ان کو اپنے مذہب سے بیزار کیا جا رہا ہے اور کہیں ادب و فلسفہ اور تحریک تحریر کے ذریعہ ان کو بدلنے کی سعی پیہم ہو رہی ہے۔

اس وقت سب سے بڑا خطرہ جو مسلمانوں کو درپیش ہے وہ الحاد کا خطرہ ہے، کفر بواح کی اس کھلم کھلا دعوت کا خطرہ ہے، عالم اسلام اس وقت کفر و الحاد کے مادۂ آتش گیر کے دہانہ پر کھڑا ہے، اس کے سامنے ایک سیلاب عظیم ہے جو اس کی ساری متاع دین و ایمان کو ایک لمحے میں خس و خاشاک کی طرح بہا لے جانے کے لئے تیار ہے۔

اگر ہم نے اس داخلی خطرہ کی طرف توجہ نہیں کی اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے تمام وسائل و امکانات کو استعمال نہیں کیا تو خدا نخواستہ وہ دن دور نہیں ہے جب کہ اسلامی دنیا کفر و الحاد کا مرکز بن جائے اور نئی نسل اسلام کے نام سے بھی واقف نہ ہو بلکہ وہ ایک ایسے ماحول میں آنکھ کھولے جہاں روس و امریکہ کے تقدس کی تسبیح پڑھی جاتی ہو اور یورپ و امریکا کی خدا بیزار اور اخلاق کش تہذیب کو انسانی تہذیب کا سب سے بلند معیار تصور کیا جاتا ہو۔

ان حقائق کی روشنی میں ہمیں کیا کرنا ہے اور کس طرح اس خطرہ کا مقابلہ ہم کر سکتے ہیں، ہماری اس وقت کیا ذمہ داری ہے، اور ہم کس طرح اس سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں؟ یہ ہماری موجودہ زندگی کے سب سے اہم سوالات ہیں، ان کا ہمارے پاس کیا جواب ہے؟

موت العالم موت العالم

بہت ہی افسوس کیساتھ ادارہ اس خبر کی اشاعت کرنے پر مجبور ہے کہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ایک پرانے استاذ مولانا

محمد اسباط

صاحب رحمہ اللہ نے ۱۹ جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ یوم پنجشنبہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ مولانا کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہے ان سب کیلئے اور خود دارالعلوم کیلئے یہ حادثہ بہت سخت اور غم انگیز ہے لیکن احکام قضا و قدر میں کیا چارہ ہے، مرحوم مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں عرصۂ دراز تک درس و تدریس کی خدمت میں مصروف رہے، اسکے بعد تقریباً ۲۰ سال سے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اپنے علم و عمل سے افادے میں مصروف رہے، بلاشبہ یہ سانحہ ہم سب کے لئے صدمۂ عظیم ہے حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں

اور پس ماندگان کو صبر جمیل بخشیں

یک دو ساعت صحبتے با اہل دل

مجلس حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی

مرتبہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مصاحب و درباری کسی بزرگ کے مرید تھے، وہ اپنے پیر کی ہمیشہ تعریف کیا کرتے تھے اور ان کی خدمت میں بادشاہ کے تشریف لے جانے کی درخواست کرتے، بادشاہ ٹال دیتے، ایک مرتبہ کچھ جی میں آگیا فرمایا، تمہارے پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں گے، بادشاہ نے کوتوال شہر سے کچھ فرمایا، الغرض پیر صاحب کی خدمت میں سلطان حاضر ہوئے، پیر صاحب اس وقت بڑے بڑے معارف و حقائق بیان فرما رہے تھے، مضامین کا ورود تھا اتنے میں کوتوال شہر حاضر ہوئے اور بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا، جہاں پناہ! بڑا غضب ہو گیا، فلاں افغانی نوربافوں (جولاہوں) کے محلہ میں گئے تھے، وہاں کسی بات پر تکرار ہو گئی، ان نوربافوں نے افغانی کو بہت زد و کوب کیا، اتفاق سے پیر صاحب بھی افغانی تھے، یہ سنکر آپے سے باہر ہو گئے، سب معارف و حقائق بھول گئے اور گالی دے کر کہا کہ وہ .... ہرگز افغانی نہ ہوگا اگر افغانی ہوتا تو جولاہے اس کو پیٹ نہیں سکتے تھے، یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ ان بزرگ میں قوت دافعہ نہیں تھی وہ ایک ذرا سی بات پر مشتعل ہو گئے، اور اس حملہ کی مدافعت نہ کر سکے۔

فرمایا — ایک مرتبہ کچھ ذکر و شغل کرنے والوں نے جو ایک شیخ سے تعلق رکھتے تھے شکایت کی کہ ہم عرصے اللہ اللہ کر رہے ہیں لیکن ہمارے اندر کوئی کیفیت نہیں پیدا ہوئی اور نہ ہم کو اسکا کچھ احساس ہوتا ہے،

فرمایا، ذکر کرتے وقت آپ کو کچھ وساوس اور خیالات آتے ہیں، انھوں نے کہا بہت، فرمایا، کہ سمجھئے کہ ذکر اپنا کام کر رہا ہے یہ اس کے اثر کی دلیل ہے، آپ کنواں کھودتے ہیں تو پہلے کیا نکلتا ہے؟ انھوں نے کہا کہ مٹی اور پتھر، فرمایا جو کچھ باطن میں ہوتا ہے پہلے وہی نکلتا ہے، اس کے بعد پانی کی نوبت آتی ہے، یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور صحابہ کرامؓ کی خصوصیت تھی کہ آپؐ نے ان کو سیدھے ہوئے لب حوض پر لے جا کر کھڑا کر دیا، اور ان کو مٹی اور پتھر نکالنے کی ضرورت پیش نہ آئی گوہر مقصود و دولت باطنی ان کو یکدم سے حاصل ہو گئی۔

فرمایا کہ پہلی ضرورت اخلاق و معاملات کو درست کرنے اور نفس کی اصلاح اور اس کو مغلوب کرنے کی ہے، جب تک نفس کا تسلط دور نہ ہوگا نہ اطاعت کا مادہ جب ہم اپنے نفس پر اللہ کی حکومت قائم اور اس کے حدود جاری نہیں کر سکتے تو دوسروں پر کیا اللہ کی حکومت کو قائم اور اسکے حدود کو جاری کر سکیں گے، اخلاق و نفس کی اصلاح سے پہلے اگر ہم نے حدود شرعیہ کے جاری کرنے کا ارادہ کیا، تو فتنے پیدا ہوں گے اور بغاوت پیدا ہوگی، اس پر واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ایک دوست کی خواہش و اصرار پر پاکستان کے قیام کے کچھ ہی دن بعد ہوائی جہاز سے کراچی گیا، وہاں کسی کو میرے آنے کی اطلاع نہ تھی، ٹنڈو سائیں داد میں میرے بہت سے اعزہ ہیں، میں نے کہا کہ ان کو میرے آنے کی خبر بھی نہ ہوگی، میں موتی مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ پیر ہاشم جان نے مجھے دیکھ لیا، وہ لپٹ گئے اور فرمایا کہ آپ خوب آئے آج سجادہ نشینوں کا ایک اجتماع ہے، آپ بھی اس میں شرکت کریں سب سے ملاقات ہو جائیگی میں نے کہا کہ میں اجنبی آدمی ہوں اور مجھے جلسوں اور اجتماعات سے مناسبت نہیں لیکن وہ نہ مانے اور لے گئے، دیکھا تو بڑے مشائخ جمع ہیں، وہاں یہ تجویز پیش کی گئی کہ حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا جائے کہ حدود شرعیہ کا نفاذ کرے اور مجرموں کو شرعی سزائیں دی جائیں میں نے اس رائے سے اختلاف کیا، میں نے عرض کیا کہ اگر یہاں حدود جاری کی جائیں گی، چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اور زانی کو درے لگائے جائیں گے تو مجھے اندیشہ ہے کہ بہت سی غیر تربیت یافتہ قومیں (جن کے اندر ایمان راسخ نہیں ہوا ہے) کہیں گی کہ ہمارا ایسے اسلام کو سلام، ارتداد اختیار کر لیں گی، پہلے ایمانی تربیت اور اخلاق و معاملات کی اصلاح کی ضرورت ہے پھر وہ پاکباز اور بے لاگ بندے کہاں ہیں؟ جو اپنی اولاد اور اعزہ پر بھی حدود جاری کر سکیں اور اس کا نمونہ پیش کر سکیں جیسا کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی (معاذ اللہ) چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا، پہلے اپنی اخلاقی حالت کو دیکھئے اور یقیناً کسی مسجد میں جوتا یا گھڑی چھوڑ دیجئے دیکھئے کیا حشر ہوتا ہے، مسجدوں کے اندر کیا حال ہو رہا ہے؟

میرے ایک دوست کو نواب صاحب نے ایک قیمتی گھڑی عنایت کی تھی، وہ ایک دن میری مسجد میں نماز پڑھنے آئے، اپنی گھڑی فصیل پر چھوڑ کر نماز شروع کر دی پھر وہیں بھول کر چلے آئے، یاد آئی تو مسجد جا کر دیکھا تو غائب تھی، مسجد میں ایک نیک مرد مسجد کی بڑی خدمت کرتے تھے مسجد کے اندر جانور بند رہتے ہیں ان کا گوبر لید وغیرہ صاف کرتے تھے، ان کی اس خدمت کی بڑی قدر آتی تھی، میں نے کہا ہونہ ہو یہی پیر مرشد لے گئے ہیں اسی وقت ہوٹل میں دکھلایا اور بلوایا، میں نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں آپ اور گھر کے بچے سب تھانہ چلیں اسلئے کہ مسجد میں یہیں لوگ تھے اور پولیس والوں سے کہیں کہ ہم سب کی ٹھکائی کرو اور گھڑی نکلواؤ، کہنے لگے ذرا ٹھہریے میں مسجد میں جا کر تلاش کرتا ہوں، وہاں گئے، ایک بیچارہ غریب آدمی سویا کرتا تھا اپنے پاس سے نکال کر اس کے بستر میں رکھدی اور کہا کہ یہ رہی گھڑی۔

فرمایا کہ اصل مسئلہ دل و دماغ کے متاثر ہونے کا ہے، بعض لوگوں کے دل و دماغ انگریزی تعلیم و تہذیب سے متاثر ہو جاتے ہیں، اور بعض لوگ ان میں گھلنے ملنے کے باوجود انگریزوں سے تعلق رکھنے کے باوجود انگریزی تعلیم و تربیت سے قطعاً متاثر نہیں ہوتے۔ یہاں شاہجہاں بیگم صاحبہ کے زمانہ میں عبدالجبار خاں صاحب وزیر ریاست بن کر آئے، انھوں نے اعلیٰ انگریزی تعلیم پائی تھی اور حکام اور اعلیٰ درجہ کے انگریزوں کے ساتھ ان کے گھریلو

(بقیہ صفحہ پر)

فقہ اسلامی

مسلم پرسنل لا شریعت کے آئینہ میں

(مولانا منت اللہ رحمانی امیر شریعت بہار و اڑیسہ)

قسط اول

مسلم پرسنل لا میں ترمیم کا جو مسئلہ حکومت کے بعض ذمہ داروں یا کچھ سیاسی لیڈروں کی طرف سے بار بار اٹھایا جا رہا ہے اس کا پس منظر اور داعیہ یہ نہیں ہے کہ مسلم پرسنل لا اور شریعت ایکٹ کے تحت نافذ قوانین میں سے کسی خاص قانون کے برتنے سے کوئی حرج یا مسلمانوں کے معاشرے میں کچھ مشکلات محسوس کی جا رہی ہیں اسلئے ایسا سوچا جا رہا ہو کہ ان میں ترمیم کر دی جائے، بلکہ اصل مقصود دستور میں دئیے گئے بنیادی حق (مذہبی اور ثقافتی آزادی) کو ختم کرنا اور ملی امتیازات کو مٹا کر پورے معاشرے میں یکسانیت پیدا کرنا ہے دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس تحریک کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان جو اپنے عقیدے کے مطابق کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کو ہی واجب الاتباع سمجھتے ہیں۔

اور بحالات موجودہ کم از کم چند مسائل کے اندر انہیں اپنی شریعت کے مطابق عمل کی آزادی حاصل ہے اسے بھی ختم کر کے عام انسانی خواہشات کی اتباع اور انسانی کے بنائے ہوئے اصول اور قوانین کی بالا تری تسلیم کر لینے پر انہیں مجبور کر دیا جائے اور ظاہر ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے اس کی اجازت قطعاً نہیں دی جا سکتی۔

قرآن کا مطالعہ اس طرف رہنمائی کرتا ہے کہ راہیں صرف دو ہیں یا تو شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اتباع یا اپنی خواہشات کی پیروی۔

اول الذکر ہدایت ہے۔ اور آخر الذکر ضلال و گمراہی، ان کے علاوہ کوئی تیسری راہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فان لم یستجیبوا لک فاعلم انما یتبعون اھواءھم ومن اضل ممن اتبع ھواہ بغیر ھدی من اللہ۔ ان اللہ لا یھدی القوم الظلمین۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جب حضرت داؤد کو خلافت ارضی بخشی تو یہ حکم دیا کہ آپ فیصلہ "حق" یعنی وحی کی روشنی میں کیجئے اور "ھوی" یعنی خلاف وحی کی پیروی نہ کیجئے یا داؤد انا جعلنک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب۔

اسی طرح ایک تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو راہیں بتائیں، ایک تو اس کی نازل کردہ شریعت کی راہ جو بذریعہ وحی نبی صلعم تک پہونچی، اور دوسری صورت ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی ہے، جو وحی الٰہی پر یقین نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور ان کی امت کو اپنی نازل کی ہوئی شریعت پر چلنے کا حکم دیا اور خواہشات پر چلنے سے منع فرمایا۔

ثم جعلنک علی شریعۃ من الامر فاتبعھا ولا تتبع اھواء الذین لا یعلمون انھم لن یغنوا عنک من اللہ شیئا

اسی طرح ایک اور آیت میں صاف صاف فرما دیا گیا ہے کہ آپ کے رب کی طرف سے جو شریعت آپ پر اتاری گئی ہے، آپ اس پر عمل کیجئے اس سے گریز اللہ کو چھوڑ کر دوسرے "اولیاء" کی پیروی کے مرادف ہے

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء قلیلا ما تذکرون ٥

اسی طرح ایک اور آیت میں اللہ اور رسول کی اطاعت کو ضروری قرار دیا گیا اور نزاعات کی شکل میں اللہ اور رسول کی طرف لوٹنے کا حکم دیا گیا اور اسے تقاضائے ایمانی قرار دیا گیا، ارشاد ہوا۔

یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیر واحسن تاویلا ٥

اسیطرح قرآن نے یہ بات واضح کر دی کہ اللہ اور رسول کے کسی فیصلہ کے بعد مومن کو آگے کوئی دوسرا اختیار باقی نہیں رہتا،

وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم۔

اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے اس امت کا سب سے بڑا فتنہ ان لوگوں کو قرار دیا جو وحی الٰہی سے نظر پھیر کر اپنی رائے اور خواہشات کی بنیاد پر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے رہتے ہیں۔

حضور نے فرمایا؛

تفترق امتی علی بضع وسبعین فرقۃ اعظمھا فتنۃ قوم یقیسون الدین برایھم یحرمون بہ ما احل اللہ ویحلون ما حرم اللہ (اعلام الموقعین بروایۃ عوف ابن مالک اشجعی ج ۱ ص ۵۳)

اس طرح قرآن کریم کی آیات اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس پر شاہد ہیں کہ بحیثیت مسلمان ہمارے لئے شریعت سے گریز اور روگردانی کر کے اپنے من مانے قوانین کی اتباع کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے، چاہے سیکولرزم اور متحدہ قومیت کے تقاضے جو کچھ بھی ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ عقیدہ اور فکر کی آزادی زبان اور رسم الخط کے تحفظ اور مذہب و ثقافت کی آزادی کے بلند بانگ دعووں کے بعد تہذیبوں، زبانوں، عقیدوں اور مذہبی تعلیمات کو فنا کرنے کا جواز کہاں سے پیدا ہو سکتا ہے، رہا دوسرا سوال اور وہ یہ کہ عصری رجحانات اور زمانے کے تغیرات اور سیاسی و سماجی انقلابات کے نتیجے میں احکام شرع کے اندر تبدیلی کی کوئی گنجائش ہے کہ نہیں، اور اگر ہے تو اس کے لئے طریقہ کار کیا ہو سکتا ہے اس سلسلہ میں اولاً تو اس بات کو پوری طرح سمجھ لینا چاہئے کہ شریعت اسلامیہ کے بنیادی اصول قرآن و سنت کے قائم کردہ حدود کو توڑ کر جو راہ بھی اختیار کی جائیگی وہ دین سے روگردانی اور گمراہی کی راہ ہوگی، علامہ ابن قیم نے رائے کی تین قسمیں بتائی ہیں،

رای باطل بلاریب۔ رای صحیح ورای ھو موضع الاشتباہ۔

رای باطل کی انھوں نے چند قسمیں کی ہیں اور فرماتے ہیں احدھا الرای المخالف للنص وھذا مما یعلم بالاضطرار من دین الاسلام فسادہ وبطلانہ ولا تحل الفتیا بہ ولا القضاء وان وقع فیہ من وقع بنوع تاویل وتقلید۔ اسی طرح رائے باطل کی چند اور صورتوں کی وضاحت کرتے ہوئے ایک اصولی بات یہ فرمائی ہے کہ رائے کو وحی پر مقدم کر دینا اور خواہش نفس کو عقل پر

مقدم کر دینا یہی سارے بگاڑ کی جڑ ہے، وکل من لہ مسکۃ من عقل یعلم ان فساد العالم وخرابہ انما نشأ من تقدیم الرای علی الوحی والھوی علی العقل اور آگے یہ فرماتے ہیں کہ جہاں یہ صورت حال پیدا ہو جائے کہ وحی پر رائے اور عقل پر خواہش نفس مقدم کر دی جائے تو حق کی جگہ باطل اور ہدایت کی جگہ گمراہی پیدا ہوگی۔

وما استحکم ھذان الاصلان الفاسدان فی قلب الا استحکم ھلاکہ وفی امۃ الا فسد امرھا اتم فساد فلا الہ الا اللہ کم نفی بھذہ الآراء من حق واثبت بھا من باطل وامیت بھا من ھدی واحیی بھا من ضلالۃ وکم ھدم بھا من معقل الایمان وعمر بھا من دین الشیطان (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۶۷-۶۸)

اس لئے دین کے بارے میں نصوص شرعیہ سے آزاد ہو کر اور قواعد شرع کو نظر انداز کر کے کوئی راہ اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دین کے مقاصد فوت ہو جائیں گے، اور دین اور احکام الٰہی سے بغاوت کی راہ کھل جائے گی۔

اور جس طرح یہ ایک عظیم الشان غلطی ہے اسی طرح عصری رجحانات زمانے اور حالات کے تغیر اور ضرورت و حرج کو نظر انداز کر دینا بھی کچھ کم غلط نہ ہوگا، اس لئے کہ شریعت اسلامیہ اگر نئے حالات کی رعایت نہ کر سکی اور علماء اسلام زمانہ کے پیدا کردہ نئے مسائل کا جواب نہ دے سکے اور فقہ قدیم کی جزئیات پر جمود کی راہ اختیار کی گئی تو آہستہ آہستہ دین سے بیزاری کے رجحانات پیدا ہوں گے۔

ان حالات کی بنیاد پر میرے نزدیک صحیح راہ یہ ہے کہ ایک طرف مقاصد شریعت اور روح احکام پر پوری نگاہ رکھی جائے۔ دوسری طرف اصول و کلیات اور اشباہ و نظائر کو سامنے رکھ کر نئے مسائل کا حل نکالا جائے اور زمانے کی تغیر کی وجہ سے پیدا ہونے والی مشکلات کو دور کیا جائے، یہی وہ راہ تھی جسے صحابہ کرام رضوان اور اکابر علماء نے ہر دور میں اختیار کی ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھا ہے کہ اگر ان کے سامنے کوئی مسئلہ آتا تو اولاً وہ کتاب اللہ میں اس کے حکم پر غور کرتے، پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تلاش کرتے، اور اگر یہاں بھی مسئلہ کا حل نہ نکل پاتا تو علماء صحابہ کو جمع کر کے مشورہ لیتے اور ان کی رائے کے مطابق فیصلہ فرماتے

قال ابو عبید فی کتاب القضاء حدثنا کثیر بن ھشام عن جعفر بن برقان عن میمون بن مھران قال کان ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا ورد علیہ حکم نظر فی کتاب اللہ تعالیٰ فان وجد فیہ ما یقضی بہ قضی بہ وان لم یجد فی کتاب اللہ نظر فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان وجد فیھا ما یقضی بہ قضا فان اعیاہ ذلک سئل الناس ھل علمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضی فیہ بقضاء فربما قام الیہ القوم فیقولون قضی فیہ بکذا وکذا۔ فان لم یجد سنۃ سنھا النبی صلعم جمع رؤساء الناس فاستشارھم فاذا اجتمع رأیھم علی شیء قضی بہ۔

(اعلام الموقعین ص ۶۲)

سیدنا عمر کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور قضایائے ابی بکر کے بعد وہی راہ اختیار کرتے تھے جو سیدنا ابوبکر نے اختیار کی وکان عمر یفعل ذلک فاذا اعیاہ ان یجد فی الکتاب والسنۃ سئل ھل کان ابوبکر قضی فیہ بقضاء فان کان لابی بکر قضاء قضی بہ والا جمع علماء الناس واستشارھم فاذا اجتمع رأیھم علی شیء قضی بہ۔

(اعلام الموقعین ص ۶۲)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود جو صحابہ میں اپنے تفقہ اور دینی فہم کے اندر ممتاز ترین شخصیتوں میں سے ایک ہیں انھوں نے بھی اس طریق کار کی وضاحت فرمادی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اسلام کے آنے سے پہلے ہم پر ایسا وقت گزرا ہے جہاں کسی معاملے کے فیصلہ اور قضا کا کوئی سوال ہی نہیں تھا اور اب اللہ نے ہمیں اس مقام پر پہونچایا ہے جہاں ہم ان امور کے ذمہ دار ہیں، اب ہمارے لئے راہ عمل یہی ہے کہ ہم کتاب اللہ کو رہنما بنائیں، اگر کوئی مسئلہ کتاب اللہ میں نہیں ہے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کی طرف متوجہ ہوں اور تیسرے نمبر پر صالحین کے فیصلوں سے روشنی حاصل کریں، اور اگر یہاں بھی مشکل حل نہ ہو تو پھر راہ اجتہاد کی ہے۔

وقال ابو عبید حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن عمارۃ عن عمیر عن عبد الرحمن بن یزید عن ابن مسعود قال اکثروا علیہ ذات یوم فقال انہ قد اتی علینا زمان ولسنا نقضی ولسنا ھنالک ثم ان اللہ بلغنا ما ترون فمن عرض علیہ قضاء بعد الیوم فلیقض بما فی کتاب اللہ فان جاءہ امر لیس فی کتاب اللہ ولا قضی بہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیقض بما قضی بہ الصالحون فان جاءہ امر لیس فی کتاب اللہ ولا قضی بہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا قضی بہ الصالحون فلیجتھد رأیہ (اعلام الموقعین ص ۶۲)

سیدنا ابن عباس کا بھی یہی حال تھا۔

ذکر سفیان ابن عیینۃ عن عبید اللہ بن ابی یزید قال سمعت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما اذا سئل عن شیء فان کان فی کتاب اللہ قال بہ، وان لم یکن فی کتاب اللہ وکان عن رسول اللہ صلعم قال بہ فان لم یکن فی کتاب اللہ ولا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان عن ابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال بہ فان لم یکن فی کتاب اللہ ولا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا عن ابی بکر وعمر رضی اللہ عنھما اجتھد رایہ۔

(اعلام الموقعین ص ۶۳)

اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری کو خط لکھتے ہوئے طریق اجتہاد کی طرف بھی اشارہ فرما دیا اور فرمایا۔

الفھم الفھم فیما یختلج فی صدرک مما لم یبلغک فی الکتاب والسنۃ اعرف الامثال والاشباہ ثم قس الامور عند ذلک فاعمد الی احبھا الی اللہ واشبھھا بالحق فیما تری (الاشباہ والنظائر للسیوطی ص ۶)

(باقی آئندہ)

انتباہ

جملہ خط و کتابت اور ترسیل زر کے وقت

خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

گذشتہ سے پیوستہ

توراۃ کی روشنی میں

حکیم محمد کامل صاحب عجز العلوی

"اور ابرام اس ملک میں سے گزرتا ہوا مقام سکم میں مورہ کے بلوط تک پہونچا، اس وقت ملک میں کنعانی رہتے تھے ۵ تب خدا نے ابرام کو دکھائی دے کر کہا کہ یہی ملک میں تیری نسل کو دوں گا، اور اس نے وہاں خداوند کے لئے جو اسے دکھائی دیا تھا اور ایک قربان گاہ بنائی ۵"

(توراۃ کتاب پیدائش باب ۱۲ آیت ۶)

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک بڑی قوم بنانے کا اور یہی ملک ان کی نسل کو دینے کا وعدہ کیا ہے، آگے چل کر توراۃ میں مرقوم ہے۔

"اور لوط کے جدا ہونے کے بعد خداوند نے ابراہام سے کہا کہ اپنی آنکھ اٹھا اور جس جگہ تو ہے وہاں سے شمال اور جنوب اور مشرق اور مغرب کی طرف نظر دوڑا ۵ کیونکہ یہ تمام ملک جو تو دیکھ رہا ہے، میں تجھ کو اور تیری نسل کو ہمیشہ کے لئے دوں گا ۵ اور میں تیری نسل کو خاک کے ذروں کے مانند بناؤں گا، ایسا کہ اگر کوئی شخص ذروں کو گن سکے تو تیری نسل بھی گن لی جائے گی ۵ اٹھ اور اس ملک کے طول و عرض میں سیر کر ۵

[توراۃ کتاب پیدائش باب ۱۳ آیت ۱۴ نہایت ۱۷ —]

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کو غیر محدود بنانے اور یہ تمام ملک ہمیشہ کے لئے ان کو دینے کا وعدہ فرمایا ہے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ "یہ تمام ملک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحبزادہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد کو دینے کا وعدہ کیا گیا ہے یا چھوٹے صاحبزادہ حضرت اسحٰق کی اولاد کو؟ اگر عرف و رواج کے قانون اور رسم و رواج پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ باپ کا وارث اور اس کے متروکہ کا مالک بڑا بیٹا ہوتا ہے اور چھوٹے بھائی اس کے دست نگر ہوا کرتے تھے نہ کہ باپ کے وارث — مذکورہ بالا سوال کا جواب بھی ہم کو توراۃ ہی میں ملتا ہے۔

"ابرام نے کہا اے خداوند خدا تو مجھ کو کیا دے گا؟ کیونکہ میں تو بے اولاد جاتا ہوں اور میرے گھر کا مختار دمشقی الیعزر ہے ۵ پھر ابرام نے کہا کہ دیکھ تو نے مجھے کوئی اولاد نہیں دی اور دیکھ میرا خانہ زاد میرا وارث ہوگا ۵ تب خداوند کا کلام اس پر نازل ہوا اور اس نے فرمایا یہ تیرا وارث نہ ہوگا وہ جو تیرے صلب سے پیدا ہوگا وہی تیرا وارث ہوگا ۵ اور وہ اسکو باہر لے گیا اور کہا اب تو آسمان کی طرف نگاہ کر اور اگر تو تاروں کو گن سکتا ہے تو گن اور اس سے کہا کہ تیری اولاد ایسی ہی ہوگی ۵"

توراۃ کتاب پیدائش
باب ۱۵ آیت ۲ نہایت ۵

"اور اس روز خداوند نے ابرام سے عہد کیا اور فرمایا کہ یہ ملک دریائے مصر سے لیکر اس بڑے دریا یعنی فرات تک ۵ قینیوں اور قنزیوں اور قدمونیوں اور حتیوں اور فرزیوں اور رفائیم ۵ اور اموریوں اور کنعانیوں اور جرجاسیوں اور یبوسیوں سمیت میں نے تیری اولاد کو دیا ۵"

توراۃ۔ کتاب پیدائش
باب ۱۵ آیت ۱۸ نہایت ۲۱

"اور ابرام کی بیوی ساری (سارہ) سے کوئی اولاد نہ ہوئی، اس کی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا ۵ اور ساری نے ابرام سے کہا دیکھ خداوند نے مجھے تو اولاد سے محروم رکھا ہے سو تو میری لونڈی کے پاس جا شاید اس سے میرا گھر آباد ہو، اور ابرام نے ساری کی بات مانی ۵"

توراۃ۔ کتاب پیدائش باب ۱۶
آیت ۱ و ۲

"اور خداوند کے فرشتے نے اس (ہاجرہ) سے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا یہاں تک کہ کثرت کے سبب سے اس کا شمار نہ ہو سکے گا ۵ اور خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام اسمٰعیل رکھنا اس لئے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا ۵"

توراۃ، کتاب پیدائش
باب ۱۶ آیت ۱۰ و ۱۱۔

"اور ابرام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا ہوا اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا اسمٰعیل رکھا ۵"

توراۃ، کتاب پیدائش
باب ۱۶ آیت ۱۵

حضرت اسمٰعیلؑ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ غیر محدود نسل شروع ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرات سے نیل تک کا ملک ہمیشہ کے لئے دیا، بنی اسمٰعیل علیہ السلام (عربوں) کے اس موعودہ ملک پر بنی اسرائیل (یہودیوں) نے جب بھی قبضہ کیا تو وہ غاصبانہ قبضہ رہا اور ہمیشہ بنی اسرائیل اس ملک سے ذلیل کر کے نکالے گئے، آگے توراۃ میں مرقوم ہے:

"اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان اور ان کی سب پشتوں کے لئے اپنا عہد جو ابدی عہد ہے باندھوں گا، تاکہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہوں ۵ اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے، ایسا دوں گا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے اور میں انکا خدا ہونگا ۵"

(توراۃ، کتاب پیدائش
باب ۱۷ آیت ۷ و ۸۔)

مطالعہ و تحقیق

"اور اسمٰعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی، دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا۔ اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔"۵

(توراۃ کتاب پیدائش
باب ۱۷ — آیت ۲۰۔)

"اور اسمٰعیل کے بیٹوں کے نام یہ ہیں یہ نام ترتیب وار ان کی پیدائش کے مطابق ہیں، اسمٰعیل کا پہلوٹھا نبایوت تھا، پھر قیدار اور ادبئیل اور مبسام ۵ اور مشماع اور دومہ اور مسا ۵ حدد اور تیما اور یطور اور نفیس اور قدمہ ۵ یہ اسمٰعیل کے بیٹے ہیں اور ان ہی ناموں سے ان کی چھاؤنیاں اور بستیاں نامزد ہوئیں اور یہی بارہ اپنے قبیلہ کے سردار ہوئے ۵"

(توراۃ کتاب پیدائش باب ۲۵
آیت ۱۳ — نہایت ۱۶)

مذکورہ بالا آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور جود و عطا بنی اسمٰعیل (عربوں) کے لئے ہے، (عربوں اولاد اسمٰعیل) ہی کو کنعان کا تمام ملک، نیل سے فرات تک ہمیشہ کے لئے دیا گیا جس پر بنی اسرائیل (یہودی) غاصبانہ قبضہ کرنا چاہتے ہیں، خود توراۃ (جو یہودیوں کے نزدیک غیر محرف ہے) شاہد ہے کہ ساری پیشگوئیاں اولاد اسمٰعیل کے حق میں ہیں، وہی ایک ایسی لاتعداد قوم ہے جس کی گنتی آسمان کے تاروں اور خاک کے ذروں کی گنتی کی طرح ناممکن ہے۔

بقیہ: توراۃ کی روشنی

عربوں (بنی اسمٰعیل) کے مقابلہ پر یہودیوں (بنی اسرائیل) کی تعداد بہت ہی قلیل ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ملک بنی اسمٰعیل (عربوں) ہی کو نسلاً بعد نسلٍ عطا فرمایا ہے، اور جو قومیں اور نسلیں اسکی ملکیت کی دعویدار ہیں وہ غاصب اور جھوٹی ہیں، فلسطین، کنعان اور نیل سے لیکر فرات تک کا کل علاقہ عربوں (بنی اسمٰعیل) کی پشتینی ملکیت ہے جس پر یہودیوں (بنی اسرائیل) کا کوئی حق نہیں، نہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شفقت حضرت اسمٰعیل پر تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کی نظر کرم بھی انھیں پر تھی جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے ثابت ہے۔

"اور سارہ نے دیکھا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا جو اس کے ابراہام سے ہوا تھا ٹھٹھے مارتا ہے ۵ تب اس نے ابراہام سے کہا کہ اس لونڈی کو اور اس کے بیٹے کو نکال دے کیونکہ اس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اضحاق (اسحٰق) کے ساتھ وارث نہ ہوگا ۵ پر ابراہام کو اس کے بیٹے کے باعث یہ بات بری معلوم ہوئی ۵"

(توراۃ۔ کتاب پیدائش، باب ۲۱ آیت ۹ نہایت ۱۱)

مذکورہ بالا آیات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسحٰق کے مقابلہ پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو زیادہ چاہتے تھے اور کوئی بات ان کے خلاف برداشت نہیں کر سکتے تھے، آگے ارشاد ہوتا ہے:

"اور خداوند نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خداوند کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا کہ اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کیونکہ خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے اس کی آواز سن لی ہے ۵ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کیونکہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔"۵

(توراۃ کتاب پیدائش باب ۲۱ آیت ۱۷ و ۱۸)

مذکورہ بالا اقتباسات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ "ارض موعودہ" حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے صرف اس بڑی قوم کی ابدی ملکیت ہے جسکی تعداد آسمان کے تاروں اور ریت کے ذروں کے مانند لامحدود ہے یعنی اولاد اسمٰعیلؑ (عرب) اور بنی اسرائیل (یہودی) چونکہ ایک محدود تعداد میں دنیا میں پائے جاتے ہیں اس لئے "توراۃ کی کوئی پیشگوئی ان" پر منطبق نہیں ہوتی، اگرچہ یہودیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر توراۃ میں تحریف کر کے ان تمام پیشگوئیوں کو جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد کے متعلق کی گئی تھیں، اولاد حضرت یعقوب علیہ السلام ابن اسحٰق علیہ السلام کی طرف موڑنے کی کوشش کی ہے لیکن ذرا سی غور و فکر سے اس تحریف کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔

وہ دن دور نہیں ہے جبکہ بنی اسمٰعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مدد سے غاصب اور مکار بنی اسرائیل کو اپنی مملوکہ ارض موعودہ سے نکال باہر کریں اور تل ابیب کو کھنڈروں کا ڈھیر بنا دیں اور یہودی دنیا بھر میں اپنا سر پٹختے پھریں۔

بقیہ: لیلی الاخیلیہ اور اسکا دیوان

(المتوفی ۸۶ھ) کی شان میں کہے گئے، قصائد خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ وہ خلیفہ عبدالملک کے دربار میں گئی، اسوقت کافی سن رسیدہ ہو چکی تھی اور شباب کی تمام رعنائیاں ڈھل چکی تھیں — عبدالملک نے دریافت کیا کہ "توبہ بن حمیر نے تمہارے اندر کیا حسن دیکھکر عشق کیا تھا،؟" اس نے برجستہ جواب دیا کہ "جو چیز دیکھکر لوگوں نے تم کو حکمراں بنایا ہے" یہ سنکر عبدالملک خوب ہنسا، یہاں تک کہ جن سیاہ دانتوں کو چھپانے کی کوشش کرتا تھا ظاہر ہو گئے۔[۱]

حجاج سے اس کے روابط بہت گہرے تھے، لیلیٰ نے اس کی شان میں بھی قصیدے کہے، اور جب جب بھی وہ حجاج کے پاس گئی اس نے قیمتی تحفوں سے نوازا۔

وفات: لیلیٰ کی وفات ۷۵ھ میں ہوئی[۲] تاریخ اور ماہ کی تعیین نہیں کی جا سکتی، سن وفات کے بارے میں بھی مورخین کا اختلاف ہے، ابن قتیبہ بن مسلم باہلی کے پاس خراسان بھجوا دئے لہٰذا اسے ڈاک کے گھوڑوں پر سوار کر کے روانہ کیا گیا اور مقام ساوہ میں اس کا انتقال ہو گیا۔[۳]

بلاذری اور ابن عساکر نے بھی ساوہ ہی کو مقام وفات قرار دیا ہے گو انہوں نے خراسان کے بجائے رے کے سفر کا ذکر کیا ہے۔[۴]

شاعری: عربی شاعری اور عرب شعراء کا ذکر آتے ہی ذہن فوراً خنساء اور لیلیٰ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، علماء فن نے عہد جاہلی کی ان دونوں شاعرات میں موازنہ کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ اصمعی نے لیلیٰ کو خنساء پر فوقیت دی ہے۔[۵]

اور ابن قتیبہ خنساء کے تفوق کے قائل ہیں[۶] مبرد کا خیال ہے کہ ان دونوں میں تفضیل بہت مشکل ہے، کیونکہ اپنے اپنے رنگ میں دونوں ہی ممتاز تھیں[۷] لیلیٰ الاخیلیہ کے کلام کی بلندی اور مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ عرب کے مسلم الثبوت شعراء نے بھی صراحت کے ساتھ نہ صرف اس کا اعتراف کیا ہے بلکہ اسے اپنے پر بھی فوقیت دی ہے نابغہ ذبیانی کا قول اس سلسلہ میں مذکور ہوا، فرزدق ابو نواس لیلیٰ کے کلام کو بہت پسند کرتے اور زبانی یاد کرتے تھے[۸] ابو تمام نے اس کے مرثیوں کو ضرب المثل کے طور پر پیش کیا ہے، چنانچہ کہتا ہے

فکان قسا فی عکاظ یخطب
وکان لیلی الاخیلیۃ تندب

دیوان: تیسری صدی ہجری تک لیلیٰ الاخیلیہ کے دیوان کا کوئی ذکر نہیں تھا، حالانکہ اصمعی اور ابو عبیدہ وغیرہ نے اس کے سوانح اور شاعری کے ساتھ خصوصی اعتنا کیا ہے، تعجب ہے کہ ابن ندیم نے بھی اپنی فہرست میں دیوان لیلیٰ کے بارے میں خاموشی اختیار کی، چوتھی، پانچویں، چھٹی اور ساتویں صدی میں صرف یہ اشارات ملتے ہیں کہ ایک مخطوطہ دیوان اندلس میں تھا، اور پھر گیارہویں صدی میں حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں دیوان اخیلیہ کی ایک شرح کا بھی ذکر کیا ہے، لیکن اب نہ تو اس خیالی مخطوطہ دیوان ہی کا کچھ پتہ ہے اور نہ اس کی شرح ہی کا۔

سب سے پہلے لوئیس شیخو نے لیلیٰ کے کلام کو جمع کر کے شائع کرنے کی طرف توجہ کی، انھوں نے "دیوان الخنساء" کی شرح "انیس الجلساء" کے آخر میں لیلیٰ کے ۱۷ قصیدے دئیے ہیں، جن کے اشعار کی کل تعداد ایک سو انچاس (۱۴۹) ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ لوئیس شیخو نے ان قصائد کو یکجا کرنے میں بڑی عرق ریزی اور محنت سے کام لیا ہے، لیکن مرتب نے ان قصائد کے ماخذ کا ذکر نہیں کیا ہے، غالباً انھوں نے اغانی اور حماسہ سے یہ قصیدے منتخب کئے ہیں، لیکن زیر نظر دیوان کے مرتبین نے لیلیٰ کے تمام منتشر کلام کو بیسوں قدیم و جدید کتابوں کی ورق گردانی کے بعد اخذ کیا ہے چنانچہ اس کے قصائد کی تعداد ۵۰ اور کل اشعار کی تعداد تین سو تک پہونچ گئی ہے بلاشبہ[۲]

۱ الاغانی ج ۱۱ ص ۲۰۲ و زہر الآداب ص ۹۳۹
۲ طبقات الشعراء ص ۲۹۰
۳ فتوح البلدان ص ۴۱۰ ۴ فحول الشعراء ص ۳۷
۵ طبقات الشعراء ص ۲۵۹
۶ الکامل للمبرد ص ۱۲۱۳
۷ امالی المرتضیٰ ج ۱ ص ۵
۸ دیوان ابو تمام ج ۱ ص ۱۳۲

۲ یہ دیوان تاریخ ادب عربی میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

عیسائی مشنریوں کی کوششوں سے انڈونیشیا کے ۳ لاکھ مسلمان عیسائیت کی طرف مائل ہو چکے ہیں

صرف مغربی جرمنی نے عیسائیت کی تبلیغ کے لئے انڈونیشیا میں چالیس اسپتال قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے

اگر سارا عالم اسلام صرف ایک ہفتہ کے لئے سگریٹ نوشی بند کردے تو بیس کروڑ روپیہ بچ سکتا ہے اور ایک طیارہ ساز فیکٹری قائم ہو سکتی ہے

جاکرتا کے مرکز اسلامی سے ایک درد مندانہ اپیل

ترجمہ! (از سید ضیاء الحسن ایم، اے)

انڈونیشیا پر سامراج کی للچائی نظروں سے وہاں کی مسلم آبادی بے خبر نہیں ہے اسکی وجہ سے انہیں شدید ترین آزمائشوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہاں کے مسلمان اب اپنے دشمنوں کے منصوبوں اور عیارانہ چالوں سے اچھی طرح واقف ہو چکے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ عیسائیت کی اس تبلیغ کے پس پردہ مسلمان اور اسلام دشمنی کا جذبہ کارفرما ہے۔ ان کا پہلا مقصد مسلم اقوام کی اقتصادی حالت کو تباہ کرنا اور ان کے علاقوں کا ہتھیا لینا ہے اور دوسرا قوموں کے عقائد کو مسخ کرکے ان کی نظریاتی حیثیت کو نیست و نابود کرنا ہے ——

اس مقصد کے تحت یہ سامراجی طاقتیں نخش لٹریچر شائع کرنے میں مشنریوں کے ساتھ مستقل تعاون کرنے میں سرگرم عمل ہیں، انہیں اپنے منصوبوں کو پورا کرنے کے لئے خواہ کیسا بھی راستہ اختیار کرنا پڑے سب منظور ہے۔ عیسائی سامراج اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہے کہ اسکو کامیابی اسوقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک اسلام اور اسلامی روح کو مسلمانوں کے دلوں سے ختم نہ کر دیا جائے، اس سلسلہ میں اس نے مختلف پالیسیاں اپنائی ہیں جن سے بعض مقاصد میں کامیابی بھی ہوئی ہے۔ اسے درندگی اور جابرانہ فوجی طاقت کے ذریعہ اسلامی ملکوں میں گھسنے کا موقع تو مل گیا، لیکن مسلمانوں کے دلوں سے اسلام اور اس کے عقائد کو ختم کرنے میں سخت ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ مسلمان کا اپنے دین کے ساتھ گہرا تعلق اور عقیدہ کی پختگی سامراج کیلئے ایک بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ منظم عیسائی مشنریاں اسلام کے فرزندوں کو عیسائیت کیطرف راغب کرنے میں پوری طرح ناکام ہو چکی ہیں اور اب وہ اپنی اسلام دشمنی کے لئے دوسرے صوبے تلاش کرنے میں مصروف ہیں ان پر یہ بات پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ محض عیسائیت کی تبلیغ سے کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے اب انھوں نے اسلام کے خلاف کمیونزم سے جو بظاہر عیسائی سامراج کا زبردست حریف ہے گٹھ جوڑ کر رکھا ہے اور مغربی سامراج کمیونسٹ لیڈروں کی حوصلہ افزائی اور کمیونسٹ پارٹیوں کی مدد کرنے اور اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالنے کے لئے پورا پورا تعاون کر رہے ہیں کہ شاید اسی ذریعہ سے وہ مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچ سکیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ مسلمانوں کو کلیسا کی طرف راغب نہ کر سکے تو یہی کیا کم ہے کہ وہ صدیوں پرانی اسلام دشمنی کے جذبہ کی تسکین کے لئے مسلمانوں کے دلوں سے اسلامی روح اور اسلام کی عظمت کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ مغربی سامراج نے کمیونزم کے ساتھ صرف گٹھ جوڑ اور تعاون پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ یہودیوں کی اسلام دشمنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے صیہونی تحریک کو بھی اپنی تائید اور حمایت میں لاکر کھڑا کر دیا۔

اسلام ہمیشہ کی طرح آج بھی ایک حقیقی اور بھرپور طاقت ہے اس کا مستقبل روشن اور تابناک ہے عیسائیت کمیونزم اور صیہونیت کا چراغ اس کے سامنے انشاء اللہ کبھی نہ جل سکے گا اور ویسے اگر اسلام کے دشمنوں کو مسلمانوں کی کچھ کمزوریاں تھوڑی دیر کے لئے معلوم ہو جائیں تو بھی اگر خدا نے چاہا تو فتح مسلمانوں ہی کی ہوگی۔

مقبوضہ فلسطین قبرص، اری ٹریا اور حبشہ یا ان جیسے دوسرے علاقوں میں ہونے والے روزمرہ کے مظالم اور جبر و تشدد کے گھناؤنے کارنامے، کمیونسٹ عیسائیت کے اس کینہ پرور سہ طاقتی گٹھ جوڑ کا زندہ ثبوت ہیں۔

دوسرے ممالک کیطرح انڈونیشیا بھی "اسلام سے برسرپیکار لوگوں" کے خلاف جنگ کرنے میں ان سرخ و سفید کمیونسٹوں عیسائیوں اور صیہونیوں کا جم کر مقابلہ کر رہا ہے اور ہمیشہ کرتا رہے گا۔ ابھی انڈونیشیا میں اسلام پسندوں اور کمیونسٹوں کے درمیان جنگ کے بعد اسلام کی فتح و نصرت کا جشن فتح بھی منایا نہیں جا سکا تھا کہ عیسائی مشنریاں اور عیسائیوں کے مختلف المسلک گروہوں نے اسلام کے خلاف جنگ اور مسلمانوں میں فساد کا بیج بونا شروع کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ دوسری طرف کمیونسٹ چین اور روس نے انڈونیشیا میں اندر پڑ جانیوالے کمیونسٹ اثرات کو بحال کرنے کے لئے دھمکیاں اور مشکوک جدوجہد بھی آغاز کر دیا ہے۔ ان عیسائی مشنریوں نے روسی اور چینی دھمکیوں اور کمیونسٹ جدوجہد کا پر زور استقبال کیا اور ان کی حمایت اور امداد کا کام زور و شور سے شروع کر دیا، علاوہ ازیں کمیونسٹ محاذ میں پڑ جانے والے شگاف کو بھی بھرنے نیز دوسری امدادی کارروائیوں میں سرگرم عمل ہو گئی ہے، چنانچہ جاکرتا سے نکلنے والے "کومپاس" نامی ایک اخبار نے روسی انقلاب کی پچاسویں ۱۷ اکتوبر کی سالگرہ کے موقع پر ترقی پذیر ملکوں کو روسی امدادی پالیسی پر روس کی تعریف کرتے ہوئے یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ نو آبادیات کے لئے دامے درمے قدمے سخنے جو کچھ بھی کر سکتا ہے کرے اور کمیونسٹ چین نے تو خفیہ طور پر فوجی افسر اور سامان "سارواک" کے شمالی کالی منتان کے راستے انڈونیشیا میں کمیونسٹوں کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے بھیج دیا ہے اس سلسلہ میں صلیبی گروہوں نے مغربی ملکوں سے امداد کا مطالبہ بھی کیا ہے، انھوں نے پادریوں اور راہب عورتوں کو انڈونیشیا میں خاصی تعداد میں سرگرمی کے ساتھ تبلیغ کرنے کے لئے روانہ کر دیا ہے، علاوہ ازیں یہ لوگ بڑی تعداد میں بحری کشتیاں اور ہیلی کاپٹر حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں مغربی عیسائی ملکوں نے چھپائی مشینوں، لٹریچر اور فلموں کی شکل میں مختلف اقسام کا سامان بطور امداد دیا ہے تاکہ وہ اپنی اسلام دشمنی سرگرمیوں کو تیزی سے تیز کر دیں، اس مہم میں آسٹریلیا، امریکہ اور یورپ بھی خاصی دلچسپی لے رہے ہیں بلکہ مغربی جرمنی نے انڈونیشیا میں چالیس ایسے اسپتال تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ جو عیسائی مشنریوں کے زیر نگرانی کام کریں گے۔

امریکہ اور یورپ کے اس انداز کے امدادی طریقہ کار سے ایسے نتائج برآمد ہوئے جو اس سے قبل کبھی کمیونسٹوں کو نصیب بھی نہ ہوئے تھے، حال ہی میں وہ ۳۰ لاکھ مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں اور دوسری طرف بھوک، افلاس، جہالت اور بیماریوں سے نڈھال ستر پوشی کے محتاج ڈھائی لاکھ مسلمان عیسائی مشنریوں کے ہاتھوں بک گئے ہیں اور اس طرح یہ مسلمان اپنی مرضی کے خلاف ان کا ساتھ دینے پر مجبور رہیں، آج اس ملک کے مختلف علاقوں میں اسلام کا مستقبل خطرے میں ہے کیونکہ اسلام کے شیدائی اسوقت ان کے دام فریب میں آ چکے ہیں، یہ تو عیسائیت اور کمیونزم کے اتحاد کا ایک نظارہ اور ان کے وسائل و ارادوں کی ہلکی سی جھلک ہے، اسوقت سوال یہ ہے کہ ہم کسطرح اس متحد حلیف دشمن کی کارروائیوں کا تدارک کر سکتے ہیں اور کیسے ان مسائل سے نبٹ سکتے ہیں۔

ہم اس کمیونسٹ اور عیسائی خطرات کا مقابلہ کیسے کریں؟

یہ ایک ایسا سوال ہے جو ہمیشہ اسلام کے غیرتمند فرزندوں اور داعیوں کے سامنے رہا ہے، اس کا حل عملی طریقے سے ہی نکالا جا سکتا ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ ساری دنیا کی اسلامی جماعتیں تنظیمیں سوسائٹیاں متحد ہو کر ایک کانفرنس اور مسلمانوں میں عملی اتحاد اور یگانگت پیدا کر کے ایک ایسی مجلس اعلیٰ کی تشکیل کریں جو اسلام کے دعوتی مشن کی تنظیم اور اس کے طریقہ کار کا تعین اور دعوت اسلامی کی ذمہ داریوں کو اپنی نگرانی میں پورا کرے، اس مجلس کا ایک اہم ترین کام یہ ہو کہ وہ دنیا بھر کی تمام اسلامی حکومتوں سے رابطہ قائم کر کے ایک ایسی اسلامی یونیورسٹی کے قیام کی کوشش کرے جس کا مقصد مسلمانوں اور اسلام کی عظمت، اس کی قوت کی بحالی اور اس راہ میں ان حکومتوں کے نقطۂ نظر میں یگانگت اور اتحاد پیدا کرے ہیں اس سلسلہ میں ان لوگوں کے بارے میں اپنی رائے چھپانا نہیں چاہتا، جو سنگین حالات میں تردد اور بے عملی کا شکار ہوں) اور جو اس کی مخالفت کریں اس لئے کہ میرے خیال میں اس نظریے کی مخالفت صرف دو قسم کے لوگ ہی کر سکتے ہیں، ایک وہ جنہیں حالات کی سنگینی کا احساس نہ ہو یا وہ جو ہمارے ان دو دشمن گروہوں میں کسی ایک کے ساتھ ہوں

آخر ہم کب بیدار ہوں گے؟

آخر ہم کب تک اس بے عملی کا شکار رہیں گے، ہم ایک عرصہ سے خواب غفلت میں پڑے ہیں آخر ہم اس خواب سے کب بیدار ہوں گے اور کب اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اپنی خطاؤں اپنے گناہوں اور اپنی نالائقیوں سے توبہ کریں گے۔ کب ہماری سمجھ میں آئیگا کہ ہماری کمزوری اور پسماندگی کا سبب خدا کے راستہ اور اسکی شریعت سے دوری ہے وہ شریعت جو ہمارے لئے بھیجی گئی، جس پر عمل کریں گے، ہم دنیا میں خیر امت کہلاتے تھے ہماری تہذیب سب دنیا کی ساری تہذیبوں سے بلند اور ترقی یافتہ تھی، افسوس آج ہم دوسری قوموں کی تہذیب، ان کے آداب اور ان کے طرز فکر کے محتاج ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو بہترین نظم، بہترین آداب اور بہترین طرز فکر سے مالا مال کیا ہے ہم کب اللہ کی طرف لوٹیں گے تاکہ قوموں میں سربلند و سرخرو ہو سکیں، مسلمان کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی غیر کے سامنے سر کو جھکائے تاریخ شاہد ہے کہ قوموں نے غیر کے سامنے سر رکھنا پسند کیا ہے لیکن سر جھکانا نہیں، ہمارے دونوں دشمن ہمیں ختم کر ڈالنے کیلئے زبردست جدوجہد کرتے ہیں اور راتوں کو جاگتے ہیں، افسوس کہ ہم عیش و عشرت اور لہو و لعب میں مست ہیں، اگر عالم اسلام میں پائے جانے والے وسائل ہم قاعدے سے استعمال کریں تو ہم اس سے بڑے بڑے کام لے سکتے ہیں اگر سارا عالم اسلام ایک ہفتہ کیلئے سگریٹ نوشی بند کر دے تو اسقدر سرمایہ اکٹھا ہو سکتا ہے جو تقریباً ۲۰ کروڑ کے لگ بھگ ہوگا اور ہم اسی سرمایہ سے ایک طیارہ ساز فیکٹری قائم کر سکتے ہیں جو عالم اسلامی کو عظیم ترین فضائی طاقت دے گی۔ یہودیوں نے فلسطین میں یہی کیا اور انہوں نے کئی طیارہ ساز کارخانے قائم کر رکھے ہیں ہم سگریٹ نوشی اور نشہ آور چیزوں کا استعمال اور عیش پرستی کے ساز و سامان سے ہم اپنی صحت اور معاشی حالت برباد کر رہے ہیں اور بڑی بڑی رقمیں صرف اسلئے دوسروں کے حوالہ کر رہے ہیں تاکہ وہ گولیوں کی شکل میں ہمارے سینوں میں پیوست ہو جائیں اور ان کی توپوں کی آگ ہمیں نیست و نابود کر دیگی۔ (کاش ہم عقل سے کام لیں) مسلمانو! متحد ہو جاؤ۔ اتحاد کی باتوں کو تلاش کرو۔ جھگڑوں کی جگہ احتیاط سے کام لو اور محبت کو اپناؤ۔ انتشار سے پرہیز کرو جزئیات کی بجائے کلیات کو مرکز بناؤ۔ انشاء اللہ کامیابی اور فتح حاصل ہوگی۔

دینی تعلیمی کونسل کے جلسۂ عام میں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تقریر

(گذشتہ سے پیوستہ)

آج حال یہ ہے کہ جتنا پڑھا لکھا انسان ہے اتنا ہی وہ ڈرنے کے قابل ہے، آج پوری دنیا میں پڑھے لکھے بھیڑیوں کا راج ہے، ایسے بھیڑیوں کا جو دوسرے کے جسموں سے کپڑے اتار لیتے ہیں تاکہ اپنے دیوار کو پہنائیں جو دوسروں کے بچوں اور یتیموں کے بچوں کے آگے سے کھانا اسلئے چھین لیتے ہیں کہ ان کے کتوں کا پیٹ بھر سکے، بد دیانتی، خود غرضی، مطلب پرستی ...... نفس پرستی پر آج کے پورے نظام تعلیم کی بنیاد ہے، آج کے نظام تعلیم کا نتیجہ ہمارے کارپوریشن کے ممبران اور حکومت کے کارندے ہیں، اس نظام تعلیم نے یہ نہیں سکھایا کہ خدا کیا ہے جس نے یہ سکھایا ہے کہ جہاں اپنی عزت کا سوال ہو، جہاں تم کو ذاتی نفع ہو رہا ہو وہاں اس نفع کو حاصل کرنے کے لئے اپنے وطن اور اپنی عزت کو نیلام کر دو، اسی وجہ سے آج انسان انسان کا سودا کر رہا ہے آج انسان بک رہا ہے، پارٹیاں بک رہی ہیں، تیس چالیس برس کی وفاداریاں بک رہی ہیں، آج ہماری پارلیمنٹ اور اسمبلیاں نخاس کی طرح ہو گئی ہیں جہاں خلیج بنگال سے لیکر پنجاب تک لوگ بھیڑ بکریوں اور خربوزوں کی طرح بک رہے ہیں، یہ سب اسی نظام تعلیم کا لازمی نتیجہ ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کی ہے افمن اسس بنیانہ علیٰ شفا جرف ھار فانھار بہ فی نار جھنم۔ جس کی بنیاد ہی فساد و سازش اور ضمیر فروشی اور خود غرضی پر پڑی ہے اور دوسرا وہ نظام تعلیم ہے جس کی بنیاد علیٰ تقویٰ من اللہ ورضوان پر ڈالی گئی ہے۔ آج بھی اسی طرح کی دو عمارت اور دو عبادت گاہیں جہاں دو طرز فکر کام کر رہے ہیں، ایک عبادت گاہ میں خدا کی صفات کا پرتو پیدا کیا جاتا ہے، مثلاً اللہ کی ذات غنی ہے تو انسان کو مستغنی ہونا چاہئے اسی طرح اللہ کی صفت شفقت و رافت ہے تو انسان کو بھی شفیق و رحمدل ہونا چاہئے اس کے اندر استغنا، خلوص و محبت جرأت و ہمت، حق گوئی و بے باکی، نزاہت و پاکیزگی کے اعلیٰ صفات ہونے چاہئیں اور یہی اس نظام تعلیم کی روح اور اس کا جوہر ہے۔

آج کے نظام تعلیم کا مذہب رکابی مذہب ہے کہ انسان کتے کی طرح ہو جاتا ہے جس دروازے پر ہڈی اور روٹی کے ٹکڑے کو ڈال دیجئے اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے، اسی کے آگے جھک جاتا ہے، کتا پھر بھی اچھا ہے کہ وہ ایک در پر محکم طریقے پر جا رہتا ہے، اور انسان کا حال یہ ہے کہ جہاں زیادہ راتب ڈال دیجئے وہاں چلا جائے گا جس نے دو پیسے زیادہ بولی لگا دیئے اسی کی وفاداری کا کلمہ پڑھنے لگیں گے، آج کی حالت کی تصویر حدیث میں اس طرح کی گئی ہے کہ یصبح الرجل مومناً ویمسی کافراً ویمسی مومناً ویصبح کافراً، یبیع دینہ بعرض من الدنیا۔

حضرات! اب مسلمانوں کو فیصلہ کرنا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو کیا بنائیں گے؟ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ اپنے بچوں کو جدید علوم نہ سکھائیے، ان کو اس کی ضرور تعلیم دیجئے، مگر پہلے ان کے دلوں میں ایمان و یقین کی بنیاد کو مضبوط و مستحکم کر دیجئے تاکہ کوئی طوفان ان کے ایمان و یقین کی بنیاد کو ہلا نہ سکے، آج اسی خدا شناس اور نبوی نظام تعلیم کو دینی تعلیمی کونسل پھیلا رہی ہے اور وہ آپ سے اس میں تعاون چاہتی ہے۔

آپ اپنی تقریبات پر بے حد و حساب صرف کرتے ہیں، مگر آپ کو اس کا احساس نہیں ہوتا کہ آپ کے محلوں اور پڑوس میں کتنے گھر ایسے ہیں جن کے یہاں چولہا نہیں جلتا، کتنی لڑکیاں ایسی ہیں جن کی شادی کے لئے روپے نہیں، کتنے یتیم بچے وسائل نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم سے محروم ہیں، مگر آپ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، خدا کے لئے اپنے انجام کی فکر کیجئے، اپنے بچوں کا مستقبل محفوظ کیجئے، اور آئندہ نسل کو خودکشی و بے راہ روی سے بچانے کے لئے دینی تعلیمی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجئے، قومی کاموں میں دل کھول کر خرچ کیجئے اور ذاتی کاموں میں بخل سے کام لیجئے اس طرح اپنی تحریکوں کی پشت پناہی کیجئے اور ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیجئے۔

ہمارے مسائل

بقیہ: "یک دو ساعت صحبتے با اہل دل"

قسم کے تعلقات تھے، ان کے گھر میں انگریزوں اور میموں کا آنا جانا رہتا تھا، لیکن دل و دماغ ان سے بالکل متاثر نہ تھے، نہایت جری، نڈر اور پکے مسلمان تھے، حلیہ اور لباس دیندار مسلمانوں کا تھا، کہتے تھے کہ اگر ہندوستانی مسلمان ننگے بھی ہو جائیں، تب بھی انگریز ان سے راضی نہ ہوں گے، وزارت کا چارج لیا تو دیکھا کہ ایک بڑی رقم منشی امتیاز علی صاحب مرحوم کے زمانہ سے جاری ہے، اس کی مدت عرصہ ہوا ختم ہو چکی تھی، لیکن اس کا ارسال جاری تھا، بیگم صاحبہ سے کہا تو انہوں نے فرمایا کہ رہنے دیجئے، خواہ مخواہ فتنہ کھڑا ہو گا، انھوں نے کاغذات منگوائے ریزیڈنٹ کی غلطی تھی، انھوں نے حکام بالا کو لکھا — ریزیڈنٹ کو سخت ناگوار ہوا انھوں نے پرواہ نہ کی اور جتنی رقم غلط جا چکی تھی، اس کی واپسی کا مطالبہ کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ ریزیڈنٹ کا تبادلہ ہوا اور ان کی فتح، بیگم صاحبہ سے جا کر عرض کیا، وہ ان کی کارگذاری اور جرأت سے بڑی خوش ہوئیں، ایک مرتبہ کوئی بڑا انگریز حاکم آ رہا تھا بیگم صاحبہ کے علاوہ سارا عملہ استقبال کے لئے گیا ریاست کے ایک انگریز افسر بھی موجود تھے، انھوں نے اپنے ماتحت ایک مسلمان افسر سے کہا کہ فلاں کاغذ نہیں آیا، انھوں نے جواب میں کہا کہ انشاء اللہ جلد بھیج دیا جائیگا، اس پر اس نے انشاء اللہ پر کچھ طنز کیا — وزیر صاحب کے کان میں یہ بات پڑی انھوں نے اس انگریز سے کہا کہ تم نے ہمارے دین کی توہین کی، میں آنے والے مہمان سے سب سے پہلے اسی کی شکایت کروں گا، وہ بہت سٹپٹایا اور بار بار معافی مانگی بڑی مشکل سے معاملہ رفع دفع ہوا۔

(باقی آئندہ)

از رئیس الشاکری ندوی

"ایک روشن دماغ تھا نہ رہا"

حضرت الاستاذ مولانا محمد اسباط صاحب نور اللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات پر

کتنی بے نور چاندنی ہے آج — شمع سے دور روشنی ہے آج
ظلمت غم کا دور دورہ ہے — گوشہ گوشہ میں تیرگی ہے آج
ایک اک گھونٹ درد افزا ہے — کتنی بے کیف میکشی ہے آج
درد ہی درد آہ! غم ہی غم — زندگی کچھ عجیب سی ہے آج
شعر گوئی پہ کیسے مائل ہو؟ — طبع رنگیں بجھی بجھی ہے آج
چھوڑ کے ہم کو چل دیئے استاد — کس قیامت کی یہ گھڑی ہے آج

ذکر کس کا لبوں پہ آیا ہے؟
ابر غم جیسے دل پہ چھایا ہے

خون روتے ہیں آسمان و زمیں — کھوئے کھوئے سے ہیں مہ و پرویں
کیف افزا نہ روح پرور ہے — سونی سونی ہے محفل رنگیں
اترے اترے ہیں چہرے پھولوں کے — آہ! گلشن میں جیسے کچھ بھی نہیں
بے مزہ زندگی کا ہر لمحہ — دیدہ و دل میں وہ نشاط نہیں
ہر طرف ایک ہو کا عالم ہے — زندگی کھو گئی ہے جیسے کہیں
اٹھ گیا میر کارواں ہے ہے — لٹ گیا کاروان علم و یقیں

بے ارادہ ہر ایک نے یہ کہا
"ایک روشن دماغ تھا نہ رہا"

کیسے بیتاب دل کو بہلائیں — بہر تسکین اب کہاں جائیں
صبح بے نور شام ہے بے کیف — زندگی کے مزے کہاں پائیں
ساقیٔ میکدہ تو سوتا ہے — بادہ کش میکدے کو کیا جائیں
جان محفل نہیں ہے محفل میں — کیسے محفل میں دل کو بہلائیں
شہر دل میں ہے جیسے ویرانی — زندگی ڈھونڈنے کہاں جائیں
ہم غریبوں پہ کیسی مشکل ہے — مرکز علم کس کو ٹھہرائیں

کس قدر دور آہ! ساحل ہے
موج طوفاں ہے کشتیٔ دل ہے

آہ! وہ جس نے لطف فرمائے — جس کی ہر ہر ادا پہ پیار آئے
دیکھ کر جس کا چہرۂ انور — بے ارادہ خدا کی یاد آئے
جس کے دامن میں جلوۂ ایماں — جس کے قدموں میں خلد بچھ جائے
جس کا ہر بول اک چھلکتا جام — میکدے کو بھی جس پہ رشک آئے
فہم بخشی شعور بھی بخشا — علم و فن کے نکات سمجھائے
موت کی یاد ذہن میں بھر دی — زندگی کے اصول بتلائے

اس کا مسکن الٰہی جنت ہو
رات دن اس پہ تیری رحمت ہو

لیلی الاخیلیہ اور اس کا دیوان

محمد نعیم صدیقی ندوی رفیق دار المصنفین اعظم گڑھ

عہد جاہلی کی عربی شاعری اپنی گوناگوں فنی خصوصیات کی بنا پر ہر عہد و عصر میں مقبول عام رہی، اور بلاشبہ اس کا مرتبہ فصاحت و بلاغت، شوکت و سطوت، اور سادگی و پرکاری کے لحاظ سے بہت بلند و بالا ہے، اس میں فطرت، صداقت، خلوص، بے لوثی، بے تکلفی اور جرأت و بیباکی کے جو اعلیٰ نمونے پائے جاتے ہیں ان سے عربی ادب کی پوری تاریخ خالی ہے۔

چونکہ شعر و شاعری عربوں کے خمیر میں شامل تھی، اس لئے عرب میں جس کثرت سے شعراء گذرے اس کی نظیر کسی بھی زبان اور قوم میں نہیں ملتی، اس میدان میں نہ صرف مرد ہی ممتاز تھے بلکہ عورتیں بھی شعر و شاعری کا پورا ملکہ رکھتی تھیں، بلکہ بعض شاعرات کے نام تو ایسے ملتے ہیں جو اپنے فنی کمالات کی بنا پر بہت سے شعراء عرب پر تفوق رکھتی تھیں، مثال کے طور پر شہرۂ آفاق مرثیہ گو شاعرہ صحابیہ حضرت خنساءؓ کو پیش کیا جاسکتا ہے جنہیں سوق عکاظ میں نابغہ ذبیانی جیسے استاذ شاعر نے عرب کے چیدہ شعراء کے سامنے اشعر الجن والانس کے شاندار الفاظ سے خراج تحسین پیش کیا تھا۔

عرب شاعرات میں اس طرح کا ایک نام لیلی الاخیلیہ کا ہے، اسے متفقہ طور پر شاعر عورتوں کا سرتاج تسلیم کیا گیا ہے، حتیٰ کہ ماہر لسانیات اصمعی نے اسے حضرت خنساءؓ پر بھی فوقیت دی ہے، افسوس ہے کہ عرب جاہلی کی اس ممتاز شاعرہ کے مکمل دیوان کا کہیں پتہ نہیں چلتا، مقام مسرت ہے کہ ابھی حال میں عراق کی وزارت تعلیم کی جانب سے "دیوان لیلی الاخیلیہ" کے نام سے ایک نہایت دیدہ زیب مطبوعہ نسخہ موصول ہوا ہے، جسے وہاں کے دو اہل علم ابراہیم العطیہ اور جلیل العطیہ نے اڈٹ کیا ہے، اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاضل مرتبین نے لیلی کے منتشر کلام کو یکجا کرنے میں کتنی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔

اصل دیوان ۳۷ صفحات پر مشتمل ہے، آخر میں ۶ فہرستیں ہیں پہلی قوافی کی دوسری اعلام الاشخاص تیسری قبائل و جماعات چوتھی مقامات پانچویں لغت اور چھٹی فہرست دیوان کے مصادر و مآخذ کی ہے جس سے دیوان کی افادیت میں بہت اضافہ ہوگیا ہے علاوہ ازیں آغاز میں ۸۴ صفحات پر پھیلا ہوا ایک وقیع مقدمہ بھی ہے جس میں بڑے محققانہ طور پر مختلف مستند تاریخی مآخذ سے لیلی کے حالات و سوانح شعر و شاعری، شعراء عرب میں اس کے مرتبہ اور اس کے دیوان پر فصاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے جو بجائے خود ایک خاصے کی چیز ہے، ذیل میں لیلی الاخیلیہ کے حالات و سوانح پیش کئے جاتے ہیں جو اسی کتاب کے مقدمہ سے ماخوذ ہیں۔

نام و نسب: پورا نام اور سلسلہ نسب یہ ہے۔

لیلی بنت عبداللہ بن رحال بن شداد بن کعب بن معاویہ بن عبادہ بن عقیل بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ۔

لیلی کے دادا معاویہ بن عبادہ اخیل کے نام سے مشہور تھے اخیلیہ انہیں کی طرف نسبت ہے[1]۔ معاویہ بن عبادہ نے اسلام کا زمانہ پایا تھا۔ اور اس کے شرف سے بہرہ ور ہوئے تھے[2]۔

خاندان: لیلی الاخیلیہ عرب کے مشہور خاندان قیس بن غیلان بن مضر سے تعلق رکھتی تھی۔

عہد: لیلی الاخیلیہ نے اپنی زندگی کا کافی حصہ خلفائے راشدین کے عہد میں گذارا، اس کی نشو و نما کے متعلق معلومات پردہ خفا میں ہیں، اسی طرح یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ توبہ بن حمیر سے اس عشق کا آغاز کب سے ہوا تھا، جن اہل علم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے وہ بھی صرف اشارات اور خیالات ظاہر کرکے رہ گئے اور متیقن طور پر کچھ نہ کر سکے۔

ہاں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ توبہ بن حمیر (جو خود بھی ایک بڑا شاعر تھا) لیلی سے والہانہ محبت کرتا تھا، اور اس کے حسن بے پناہ کے بارے میں اشعار موزوں کیا کرتا تھا، داؤد انطاکی نے تزیین الاسواق میں لکھا ہے کہ "بنی الاخیل بن کعب کے خاندان میں ایک لڑکی تھی، جو اپنے حسن، فصاحت و بلاغت اور انساب عرب کی یادداشت میں مشہور عام تھی، توبہ بن حمیر نے ایک دفعہ اسے کہیں دیکھ لیا اور اس کا دیوانہ ہوگیا۔

عقد اولی: توبہ نے کچھ دنوں کے بعد لیلی کے باپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا، لیکن اس کے باپ نے شادی سے انکار کر دیا، اور ایک دوسری جگہ بنو الاذلع میں لیلی کی شادی کردی، شوہر کا نام اور حالات نامعلوم ہیں، صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ بہت ہی خوددار شخص تھا، شادی کے بعد بھی توبہ برابر لیلی سے ملنے اس کے مکان آیا کرتا تھا، لیلی کے بھائیوں نے اسے اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر وہ نہ مانا، بالآخر سلطان وقت کے پاس شکایت پہونچی اس نے فیصلہ دیا کہ اگر آئندہ توبہ آئے تو اسے قتل کر دیا جائے، چنانچہ اس کے بعد وہ پھر لیلی کے مکان پر نہ آیا مگر جب بھی اسے پتہ چلتا کہ لیلی نکل کر کہیں باہر جارہی ہے تو وہ اس کی گذرگاہ پر نقاب اوڑھ کر بیٹھ جاتا اور اس کے حسن کا دیدار کرتا، اس واقعہ کا ذکر توبہ نے اپنے بہت سے اشعار میں کیا ہے۔

عقد ثانی: لیلی اخیلیہ نے دوسرا عقد سوار نامی ایک شخص سے کیا، کچھ پتہ نہیں چلتا کہ پہلے شوہر نے اسے طلاق دے دی تھی یا انتقال کر گیا تھا، ابن عساکر نے صرف اتنا ذکر کیا ہے کہ "لیلی الاخیلیہ نے دوسری شادی کرلی[1]" مرزبانی کے بیان کے مطابق سوار صحابی رسول تھے، جن کا شمار مخضرمین شعراء میں کیا جاتا تھا۔

لیلی الاخیلیہ نے اپنی گوناگوں شاعرانہ صلاحیتوں کی بنا پر ایک ممتاز و بلند مقام حاصل کر لیا تھا، عوام کو لیکر حکومت کے ایوانوں تک میں اس کی دھوم تھی، اس نے اپنے عہد کے تمام حکمرانوں کی شان میں بہت سے قصیدے بھی لکھے، جن میں معاویہ بن ابوسفیان (المتوفی ۶۰ھ) مروان بن حکم (المتوفی ۶۵ھ) عبدالملک بن مروان

"باقی صفحہ ۹ پر"

[1] بلاغات النساء صفحہ ۱۸۱ جمہرۃ انساب العرب صفحہ ۲۹۱

[2] اصابہ ج ۳ صفحہ ۴۱۵

[1] تاریخ دمشق ج ۱۹ صفحہ ۲۸۲

گذشتہ سے پیوستہ

نیل کے مجاہد

[illegible] تباہ کن غلطی!

از سید صدیق نعیم ندوی

نہر سوئز اور ایک بڑے پل کے درمیانی علاقے میں ہمارے آدمیوں کا ریلوے لائنوں پر بم رکھنا اور اسے تباہ کرنا نیز توڑ پھوڑ اور تخریب کاری کی یہ کوئی پہلی مثال نہیں تھی بلکہ وہ ان کارروائیوں کو سینکڑوں بار دہرا چکے تھے، یہ ایک معمول سا بن چکا تھا کہ ہماری ان کارروائیوں سے ٹرین پٹری سے اتر آتی، بہت سے آدمی ہلاک ہوتے سینکڑوں زخمی ہوتے، دوسری طرف ہمارے کسی آدمی کا معمولی سا نقصان بھی نہیں ہوتا تھا اور بغیر ہمارے اور دشمن کے درمیان کسی جھڑپ کے یہ مہم سر ہو جاتی تھی، دشمن گویا اس بات کا عادی ہو چکا تھا کہ لائن درست کرنے کے لئے حادثہ کے بعد انجینئر و مستری وغیرہ بھیجتا اور جیسے ہی وہ اپنے فرائض انجام دے کر واپس ہوتے فوراً ہی ہم اپنے فرائض انجام دینے پہونچ جاتے دشمن کا لائن درست کرنے اور ہمارے تباہ کرنے کا سلسلہ گردش لیل و نہار کی طرح جاری تھا، مگر جنوری کے شروع میں بہت بڑے پیمانے پر ایک کارروائی کی گئی جس کی ابتدا حسب معمول چھوٹے چھوٹے واقعات سے ہوئی لیکن انتہا ایسی کہ گمان نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وقت مقررہ سے کچھ پہلے ہمارا ایک دستہ جو یونیورسٹی و کالجوں کے طلباء پر مشتمل تھا، حسن عبدالغنی کی قیادت میں پل تک بطور گنگ پہونچ گیا، یہ تمام نوجوان اپنی بہادری اپنے ایثار اور اپنی جفاکشی میں ممتاز تھے۔ اس دستہ میں حسن عبدالغنی جو فلسطینی نیشنل گارڈ کا ایک آفیسر تھا اور ایسے ہی ایک دوسرے شخص کی موجودگی کے باوجود جو سلوگا معتدل مزاج تصور کئے جاتے تھے اور جن میں حکمت و تدبر کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، بقیہ تمام لوگ انتہائی جذباتی قسم کے تھے بہت جلد برانگیختہ ہو جاتے تھے اس قسم کے لوگوں کو قابو میں کرنے کے لئے نہ تو حکمت و تدبر کام آسکتا تھا اور نہ ہی کوئی دوسری چیز کارگر ہو سکتی تھی۔ — شروع جنوری میں ایک روز ظہر کے وقت کچھ نوجوان لائن مزدوروں کے نیلے لباس میں ملبوس ایک جگہ نظر آرہے تھے ان کے ہاتھوں میں لائن درست کرنے والے اوزار تھے، اگر اس جگہ ان کی کوئی نگرانی کرنے والا ہوتا تو اچھی طرح سے دیکھ لیتا کہ اب وہ ایک جگہ کھڑے ہو گئے ہیں پھر چپکے چپکے چوروں کی طرح ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں پھر چند لمحہ بعد کسی چیز سے ہتھوڑوں کے ٹکرانے کی آواز سنائی دیتی پھر ساری باتیں اس کے سمجھ میں آجاتیں کہ یہی وہ مجاہد ہیں جنہوں نے آزادی کے حصول کے لئے اپنی زندگی داؤں پر لگا دی ہے، تقریباً نصف گھنٹہ بعد وہ سب کے سب شہر کی طرف متفرق ہو کر لوٹ رہے تھے لیکن ان میں کے ایک نوجوان نے[1] ایک کتاب پڑھ کر گذارنے دوران افق پر دھوئیں کی ایک ہلکی سی لکیر دکھائی دی پھر چند منٹ کے بعد ایک ٹرین رینگتی ہوئی دکھائی دی، اب ٹرین لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جارہی تھی اور جوں ہی وہ نشانہ پر پہونچی اس نوجوان نے دھماکہ خیز مادہ کو پوری قوت سے دبایا اور پھر ایک قیامت خیز دھماکہ نے پورے علاقہ کو ہلا کر رکھ دیا اس کی ہیبت ناک آواز میں انجن کا شور و غل بھی گم ہو کر رہ گیا، اس کے ڈبے ادھر ادھر لڑھکنے والے لڑنے سے پہلے سختی سے آپس میں ٹکرائے اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری ٹرین تباہ ہو کر رہ گئی، اپنی مہم کو پوری طور سے کامیاب ہوتے دیکھ کر وہ نوجوان بلی کی پھرتی سے شہر کی طرف بھاگ پڑا، اسی اثنا میں اس کے سر پر ٹرین کے محافظوں نے ہر طرف سے گولیوں کی بوچھار کر دی لیکن وہ کسی نہ کسی طرح بچتا چھپتا ہوا صحیح سلامت اڈے پر پہونچ گیا، اس علاقے کے کسانوں نے اس واقعہ کو کوئی زیادہ اہمیت نہ دی کیونکہ ان کی آنکھوں نے بارہا یہ نظارہ کیا تھا اور ان کے کان اس آواز سے مانوس سے ہو گئے تھے۔

دوسرے روز ایک چھوٹا سا ڈبہ پٹریوں پر رینگتا ہوا جائے حادثہ پر پہونچ کر رک گیا اس میں سے چند فوجی اترے اور تباہ شدہ پٹریوں کو نکال کر اس کی جگہ نئی پٹریاں لگانے لگے، اگر ان فوجیوں میں سے کوئی بھی اپنے بائیں جانب تھوڑے فاصلہ پر چند لمحہ بھی غور سے دیکھتا تو وہ دیکھتا کہ جیسے کھیت کے ہرے بھرے پودوں میں جان سی پڑ گئی ہے اور وہ بڑی سرعت سے ان کی طرف بڑھ رہے ہیں اور پھر پانچ مختلف جگہوں پر بندوق کی نال سے وہ ہری بھری سطح پھٹ کر رہ گئی اور پھر اچانک وہ پودے آگ اگلنے لگے گولیوں کی بارش ہونے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے تین فوجی ڈھیر ہو گئے، بقیہ انگریز فوجی.... صورت حال کا اندازہ کر کے زمین میں دبک گئے اور پٹریوں کی آڑ لیکر فائرنگ کرنے لگے، ہمارے آدمی ابھی تک خلاف معمول جائے حادثہ سے کھسکے نہیں تھے، یہ ایک عجیب بات تھی، شاید کہ انھیں بہادر اور عظیم قوت رکھنے والے دشمنوں کو ریت میں سر چھپائے ہوئے دیکھ کر خوشی ہو رہی تھی، وہ برابر تاک تاک کر گولیاں برسائے جا رہے تھے یہ سلسلہ بہت دیر تک جاری رہا، پھر قریب کے لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ ان کے بھائی مصیبت میں گھر گئے ہیں تو فوراً ہی سب ان کی مدد کو دوڑ پڑے اور ایک تالاب کے قریب منتشر ہو کر فائرنگ کرنے لگے، اسی اثناء میں دشمن کی چند فوجی موٹریں پہونچ گئیں جن میں سے ملٹری پولیس نے اتر کر قریب ہی مورچہ جمایا اور کارروائی شروع کر دی، اسی وقت کچھ اور نوجوان قریبی علاقوں سے مسلح ہو کر آگئے اور انہوں نے آتے ہی ان موٹروں پر فائرنگ شروع کر دی، انتہا فائرنگ سے ان کے پٹرول کے ذخیرہ میں آگ لگ گئی اور وہ سب کی سب تباہ ہو گئیں، تھوڑی دیر بعد موٹروں کی جگہ وہاں پر راکھ کا ڈھیر دکھائی دے رہا تھا۔

شہادت

ہمارے آدمیوں نے ابھی تک صورت حال کی سنگینی کا اندازہ نہیں کیا تھا، وہ برابر اپنے کام میں جٹے رہے یہاں تک کہ برطانوی فوجی ٹرک چھاؤنی سے نکل کر میدان کارزار کی طرف بڑھنے لگے، وہ ٹرک تھوڑے سے فاصلہ پر آکے رک جاتے تھے اس میں سے تمام فوجی چپکے سے اتر کر اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کسی چیز کی آڑ لیکر مورچہ بندی کرنا شروع کر دیتے تھے پھر تھوڑی دیر بعد ان کے گرد حلقہ کیا جانے لگا، اسی وقت پیچھے سے کئی بکتر بند گاڑیوں نے آکر بھاگنے کا راستہ مسدود کر دیا۔

[1] نہر کی کھیت کے قریب ایک گھوڑوں والی جگہ کا انتخاب کیا اور پھر اس کمین گاہ میں شکار کی گھات میں بیٹھ گیا بقیہ لوگوں نے اپنا سفر جاری رکھا دو گھنٹے بعد جو اس جوان نے۔

بقیہ صفحہ ۱۸ پر

گذشتہ سے پیوستہ

یروشلم

از: فاروق شعار س

مطالعہ و تحقیق

عیسائی بہیمیت کی داستان جگر فگار

مردم خوری اور بدکاری کی لرزہ انگیز داستانیں

چوتھے ڈویژن کے اخلاقی کردار کے بارے میں مورخ لمز رقمطراز ہے کہ قتل اور غارت گری کی یہ آندھی ایک جگہ کو نیست و نابود کر دیتی تھی، پھر یہ قافلہ تاراجی آگے بڑھتا تھا۔[1]

لمز کی روایت کے مطابق ۲ لاکھ ۵ ہزار عیسائی جو مسلمانوں کو تباہ کرنے یورپ سے نکلے تھے سب تباہ و برباد ہو گئے۔[2] اس عظیم تباہی کے بعد بھی یورپ کا غصہ مزید بھڑکا اور حملوں کی تیاریاں از سر نو شروع ہوئیں، اب تک یورپ کے لاتعداد ممتاز فوجی سورما قتل کئے گئے، اور مسیحی شجاعت کے تابندہ ستارے کام آئے، بے شمار نائٹ اور ان کے اسلحہ بردار اسکوائرز جن کی جیتی جاگتی تصویر معروف انگریزی شاعر چاسر اپنے کینٹربری ٹیلز میں پیش کرتا ہے۔[3]

اس ہزیمت و ناکامی کے بعد مسیحی یورپ نے مسلمانوں پر یلغار کے لئے نئی فوجیں تیار کیں نیتی پر چونکہ پہلا حملہ ناکام رہا اس لئے دوسرے حملہ کے لئے ۷ لاکھ مسیحی فوج نیتی کے میدان میں جمع ہوئی۔[1]

اس مجمع کا منظر کارلائل کی زبانی زیادہ اثر انگیز ہے، کیونکہ متحدہ یورپ کے وحشی صلیبیوں کا یہ جھنڈ پیروان محمد ﷺ کا خون پینے کے لئے بے قرار تھا۔[2]

اس جنگ میں ایک لاکھ فوج زرہ و بکتر میں روپوش تھی۔[3]

۸ مئی سے ۲۴ مئی تک شہر کا محاصرہ رہا، آخر شہر کا سقوط ہوا لیکن خلیج اسلان کی ہمت پر شکن تک نہ پڑی۔[4]

اسکے بعد (۱۰۹۷ء) پر قبضہ کر کے لاطینی حکومت قائم کیگئی شہر انطاکیہ کا محاصرہ ۹ ماہ تک قائم رہا ۷ لاکھ افواج شہر کا محاصرہ کئے رہیں عیسائی کیمپ میں جب رسد ختم ہوئی تو مردم خوری شروع ہوگئی گبن رقمطراز ہے کہ عیسائی کیمپ میں عام طور پر انسانی گوشت فروخت ہونے لگے اور جب جاسوس بوہمنڈ کے مطبخ میں داخل ہوئے تو چند انسانی لاشیں نظر آئیں۔[1]

مسلمان ۷ لاکھ عیسائی افواج کا دفاع ۹ ماہ تک کرتے رہے، بالآخر ۱۰۹۸ء میں شہر کا سقوط ہوا ہے، سقوط انطاکیہ کے بعد جو درندگی عیسائی افواج نے کی تاریخ میں مشکل سے اس کی نظیر مل سکے، قبریں کھود کر لاشیں نکالی گئیں کپڑے اور زیورات اتارے گئے۔ پندرہ سو ترکوں کا سر اتار کر آبدیدہ اور ماتم کناں ترکوں کی نگاہوں کے سامنے نمائش کی گئی اور کچھ سر خلیفۂ مصر کو اثبات فتح کیلئے بھیجے گئے۔[2]

قتل عام میں عمر کا کوئی لحاظ نہ رہا، لاچار جوانی اور صنف نازک کا حسن لاطینی خونخواروں کیلئے بے معنی تھا، گھر بے امان ہوگئے، مسجدوں پر نظر پڑتے ہی عیسائیوں کے بدن میں آگ لگ جاتی اور درندگی مزید بھڑک اٹھتی۔[3]

سقوط انطاکیہ کے بعد جب عیسائی افواج شہر کے اندر داخل ہوئی، تو موت کی آندھی کی طرح سارے شہر پر چھا گئی، سڑکیں گلی کوچے لاشوں سے اٹ گئے، قتل عام خون کی تشنگی کو مزید بھڑکاتا گیا، جب زندگی کے تمام علامات موت کے غلاف سے ڈھک گئے تو مسیحی قاتلین نے لوٹ کا بازار گرم کیا، اس طرح عیسیٰ کے پجاری بے رحمی اور درندگی کا مجسمہ بن گئے۔[4]

قتل و لوٹ کے بعد یہ قافلہ تاراجی بہیانہ شہوات کے سمندر میں غرق آب ہوگیا، نہ دین و مذہب کا خیال رہا نہ جزاء و سزاء کا۔[1]

بقول گبن بدکاری و فحاشی کی ایسی کوئی مثال پیش کرنے سے جنگ کی تاریخ قاصر ہے، عیسائی اس طرح بہیمانہ شہوات کا شکار ہوئے کہ نہ واعظ کا وعظ کارگر ہوسکا نہ فوجی کمانڈر کے ہدایات۔[2]

انطاکیہ میں تقریباً دس ہزار مسلمان شہید ہوئے، شدت نفرت کے اظہار کیلئے عیسائی لاشوں کا مثلہ کر کے نمائش کیا کرتے تھے، معروف فرانسیسی مورخ میخاد اپنی کتاب تاریخ صلیب میں بعض جگر فگار مناظر کا ذکر کرتا ہے، سلجوق امیر کا لڑکا جب مسیحیوں کے ہاتھ آیا تو باپ کی نظروں کے سامنے اسے قتل کر کے مثلہ کیا گیا۔[3]

پطرس برنٹ نے انطاکیہ کے باشندہ مسلمانوں کو پیغام دیا کہ وہ عیسائی مذہب قبول کر کے یا تو مسیحی برادری کا حصہ بن جائیں اور مفتوحہ علاقوں میں خوشی سے رہیں یا تلوار کا مقابلہ کریں عیسائی تلوار ثابت کر دے گی کہ حق کس کے ساتھ ہے۔[4]

سقوط انطاکیہ کے بعد شام کے مرغزار معرۃ النعمان کی بربادی کا دور شروع ہوا، اس شہر میں ایک لاکھ مسلمان شہید کئے گئے، رسد کے خاتمہ پر عیسائی افواج کتے اور انسانی گوشت پر گذارا کرنے لگیں مسلم مقبروں کی کھدائی شروع کی، اس امید میں لاشوں کے پیٹ چاک کئے کہ شاید سونا برآمد ہو، جب سونا برآمد نہ ہوسکا تو لاشوں کے گوشت عیسائی کھانے لگے۔[5]

انطاکیہ کے بدنصیب قیدیوں کا حشر برآمد ہوا، جوان اور صحتمند مسلمانوں کو غلام تجارت کے لئے رکھ لیا گیا، بوڑھے اور اپاہج شہید کئے گئے ان کا مثلہ کیا گیا اور وہ بے پناہ مظالم کا شکار ہوئے۔[6] "بقیہ آئندہ"

ا؎ لمز (مرجع سابق) ص۲
۲؎ (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۱۵) چاسر کے شاہکار ( ) مرتبہ اے ڈبلیو پولارڈ، لندن ۱۹۰۳ ص۲
۳؎ ایضاً ص۳ (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۱۳)
۴؎ گبن (مرجع سابق) ص۹۳ (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۱۴)

ا؎ کارلائل، دیوان نظم ص۴ (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۱۶)
۲؎ لمز مرجع سابق ص۱۳ ۳؎ ایضاً ص۱۴

ا؎ گبن (مرجع سابق) ص۹۷
۲؎ لمز مرجع سابق ص۱۸ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۱۷
۳؎ ایضاً ص۱۹۶ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۱۸
۴؎ ایضاً ص۱۹۶ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۱۹

ا؎ ایضاً ص۱۹۸ ۲؎ گبن مرجع سابق ص۹۸
۳؎ جارف مخادو، تاریخ صلیب، پیرس ۱۸۵۶ جلد اول ص۱۶۲ ۴؎ لمز مرجع سابق ص۲۱۱ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۲۰ ۵؎ ایضاً ص۲۲۸-۲۲۹ (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۲۱)
۶؎ ایضاً ص۲۲۹ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۲۲۔

گذشتہ سے پیوستہ

عرب ز نغمۂ شوقم ہنوز بے خبر است

از حبیب الحق ندوی

یورپ کی مذہبی اور سیاسی تاریخ کا طالب اس حقیقت سے بے خبر نہیں کہ چرچ کی کن خرابیوں کے نتیجہ میں تحریک اصلاحات کا ظہور ہوا جو بعد میں لادینیت کی تحریک بن گئی ارباب اقتدار اور چرچ میں سرکشی کی نوعیت کیا رہی؟ ان تفصیلات میں جانے کا فی الحال موقع نہیں، صرف اتنا عرض کرنا کافی ہوگا کہ اسی تحریک اصلاحات کے دور میں یورپ میں تحریک ریسرچ کا آغاز ہوا، جدید سائنس کی داغ بیل پڑی، فضاء بدلی اور دین سیاست سے الگ ہو گیا، دین ذاتی مسئلہ قرار دیا گیا، اجتماعی زندگی، معاشی یا سیاسی نظام سے اس کا رشتہ ٹوٹ گیا یورپ انقلابی کروٹ کے لئے کسمسا رہا تھا، آخر اس نے کروٹ لی، جدید مکاتب فکر، فلسفہ علم و اخلاق وغیرہ کا ظہور ہوا، تحقیق و جستجو اور سراغرسانی کا ملکہ بڑھتا گیا، نئی دنیا اور نئے آکاش کاریاں سینہ میں گدگدانے لگا، دیکھتے دیکھتے سارا کرۂ ارض مغربی استعماریت (کولونیلزم) کے زیر نگیں آگیا، عالم اسلام بھی زیر نگیں آیا اور اپنی خودی کھو بیٹھا۔

اسلام اور مسلمانوں کی خودی مغربی استعماریت کے شروع ہونے سے پہلے صدیوں قبل ختم ہو چکی تھی، اسلام من حیث ملوکیت اسی تیزی سے اسلام مفلوج ہو گیا، یہ کہنا دینی دیانت کے خلاف ہوگا کہ اسلامی حلقوں میں دین و سیاست کی کشمکش جاری نہ رہی، ہمارے یہاں بھی دین دنیا سے الگ ہو گیا، جبہ و عمامہ تسبیح و سجادہ والے دین کے ٹھیکیدار قرار دیئے گئے۔ اور تخت و تاج اور دیبا و کمخواب والے دنیا کے ٹھیکیدار بن گئے، اسلام نے پہلی شکست یہیں کھائی ہے

> عرب خود را بہ نور مصطفےٰ سوخت
> چراغ مردۂ مشرق برافروخت
> ولیکن آں خلافت راہ گم کرد
> کہ اول مومناں را شاہی آموخت

فتح و شکست کا ملا شہنشاہیت نے طے کر دیا۔ اب دین دنیا سے اور دنیا دین سے الگ ہو گئے، شہنشاہیت کو اپنے سیاسی وجود کی شرعی حیثیت ثابت کرنے کے لئے بہرحال فتاوے اور شرعی بیانات کی ضرورت پڑتی رہی، یہ سلسلہ صدیوں چلتا رہا، یہاں تک کہ ہم بیسویں صدی میں پہونچ گئے۔

مغربی استعماریت کو مسلمانوں اور اسلام سے کیا محبت؟ آخر وہ اپنے سیاسی وجود اور بقا کے لئے ایسے ذرائع کیوں استعمال نہیں کرتے جو اسے مسلمانوں کی سرزمین پر بقائے دوام عطا کر سکے؟ فطرتاً مسلم طبقات دو حصوں میں تقسیم ہو گئے، شاہوں اور امراء کو سبز باغ دکھا کر نیم شعوری مستی میں مخمور رکھا، ذہین اور مفکرین کے طبقہ کو کبھی مناسب عہدے پر بٹھا کر خاموش کرایا کبھی انہیں ایک دوسرے کے خلاف بھڑکا کر باہم برسرپیکار رکھا تاکہ ان کی قوت و جمعیت کو کبھی وحدت نصیب نہ ہو سکے، اس بٹوارہ میں علماء کا بٹوارہ بھی فطری تھا، کچھ علماء استعماری قوتوں کے دست و بازو بن گئے اور کچھ اس کے خلاف جہاد کرتے رہے۔

یہاں ہمارا مقصد علماء اور استعماری قوتوں کے باہمی تعلقات پر بحث کرنا نہیں ہمارے سامنے عظیم سوال یہ ہے کہ علماء اور امت مسلمہ کی نئی نسل میں خلیج کیوں بڑھی اور ان کی نفسیات میں وہی مغربی استعماریت کی روح کیسے پیدا ہوئی کہ برسر اقتدار آتے ہی وہ علماء کی گردن پر نہ صرف چھری چلانے کے لئے تیار ہو گئے بلکہ خود اسلام کی گردن پر ایسی کند چھری چلانی شروع کی اور علماء دیکھتے کے دیکھتے رہے!

درحقیقت نئے آنے والے انقلاب اور نئی استعماری قوتوں کی نفسیات پر غور و فکر کے بعد اپنی نئی نسل کے ساتھ رشتہ استوار کرنے کا علماء میں نہ حوصلہ پیدا ہوا نہ اس کی طرف سعی کی گئی، ایک طرف علماء کی باہمی رقابتیں ان کی وحدت و قوت کو گھن کے کیڑوں کی طرح کھاتی رہیں دوسری طرف استعماری قوتوں نے بھی علماء کو اپنے اغراض کے لئے استعمال کیا، آنے والی بلا کو حکمت و تدبر سے ٹالنے کے بجائے ایک طرف ہر جدید کے خلاف کفر کے فتوے صادر ہونے لگے اور ہر جدید نواز پر پھٹکار برسنے لگی اور دوسری طرف آپس میں ایک عالم دوسرے عالم کے خلاف نہایت معمولی اور غیر اہم مسائل پر فتاویٰ کفر جاری کرنے شروع کئے، کفر کے فتاووں سے نہ استعماریت کا سیلاب روکنا ممکن تھا نہ ہی اتحاد باہمی کا حصول ممکن تھا۔

مسلم معاشرہ تین حصوں میں بٹ گیا (۱) علماء (۲) نیا انگریزی داں طبقہ (۳) اور عوام کا غیر تعلیم یافتہ طبقہ، انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ علماء کی باہمی رقابت اور سرکشی کو دیکھ کر کبھی ان کے قریب آنے کی جرأت نہ کر سکا، عوام البتہ دو طبقوں میں بٹے رہے، علماء کے ہر گروہ کا ہمنوا عوامی حلقہ ضرور موجود رہا جس کے جذبات سے علماء کھیلتے رہے مغربی استعماریت کا آب و دانہ اٹھا اور وقت پورا ہوا۔ وہ اپنے وطن واپس گئی تقاضائے اقتدار ظاہر ہے کہ ناخواندہ عوام میں آنے کے بجائے اسکا انگریزی خواں طبقہ میں آیا جو تعلیم یافتہ تھے اور استعماریت کے تربیت یافتہ بھی، یہ طبقہ بھی مزاج اور کردار میں استعماری حکمرانوں سے مختلف نہ تھا، سیاسی قوت پیدا ہوتے ہی اس طبقہ نے علماء کے اس طبقہ پر تلوار اٹھائی جو اسے عرصہ سے کفر کا ہار پہناتا رہا، لعنت و ملامت کرتا۔ اقتدار میں آنے سے پہلے اس طبقہ کی نفسیاتی تربیت کی ضرورت تھی اس امر کی ضرورت تھی کہ اصحاب فکر و نظر نئی نسل کی طرف لعنت و پھٹکار کے بجائے محبت کا قدم بڑھاتے انہیں دینی شعور پیدا کرتے، ظاہر ہے یہ شعور نفرت لعنت و ملامت اور پھٹکار کے ذریعہ نہیں پیدا کیا جاسکتا تھا، اس پالیسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ دینی تربیت کی محتاج نئی مسلم نسل دین سے کوسوں دور ہوتی گئی، اس کی نفسیات اور طرز فکر اور ایک استعماری کی نفسیات اور طرز فکر میں کوئی فرق نہیں رہا۔ غیر تربیت یافتہ طبقہ جب بھی اقتدار میں آئے گا اس کا سب بڑا ایجنڈا اقتدار اور اس کی شریعت جائز اور ناجائز طریقوں سے حکومت کی کرسی کو سنبھالے رکھنا۔

۲۔ علماء اور مذہبی اداروں پر جب اقتدار طبقہ کا بھرپور حملہ ہوا تو اس کی طاقت علماء میں قطعی نہیں رہی، باہمی تصادم و رقابت کی وجہ سے قوت کی کمی اور عوامی مقبولیت سے محرومی نیز علمی اور فکری جمود کی وجہ سے تعلیم یافتہ طبقہ میں بھی تائید کی کمی رہی، تعلیم یافتہ طبقہ اس بیان سے مطمئن نہیں ہوسکتا ہے کہ مغربی تہذیب مادی تہذیب

بقیہ ص۱۹ پر

بقیہ نیل کے مجاہد

اس پل والے معرکہ میں ہمارے دستہ کا کمانڈر حادثہ کے وقت موجود نہیں تھا کیونکہ وہ اکثر وبیشتر اپنے ایک ساتھی کے ساتھ رہتا تھا جس کے ذمہ قریب کے ایک گاؤں "ابو حماد" کا انتظام کرانا تھا، جس وقت اس کو یہ خبر پہونچی فوراً اپنی موٹر سے جائے وقوعہ پر پہونچ گیا وہاں اس نے حالت انتہائی مایوس کن پائی اس کے لئے اس پوزیشن پر قابو پانا سخت مشکل تھا نہ ہی وہ ان کو پیچھے لوٹنے کا حکم دے سکتا تھا کیونکہ اس کے آدمی لائن پر دور دور تک پھیلے ہونے کیوجہ سے ہر طرف سے گھر چکے تھے، ان میں سے بہت سے کسان تھے اور بہت مزدور تھے جو ذرا دیر کے لئے بھی اپنی بندوقوں کو ٹھنڈا نہیں ہونے دیتے تھے اور نہ ہی وہ انہیں تعاقب کا حکم دے سکتا تھا کیونکہ وہ یہ اچھی طرح سے سمجھ چکا تھا کہ اس سے کچھ بھی فائدہ کی امید نہیں ہے بلکہ یہ صریحاً اقدام خودکشی ہوگا، ابھی وہ یہی سوچ رہا تھا کہ اچانک جیسے قیامت آگئی، دشمن نے مشین گنوں مارٹر توپوں ٹینکوں کا منہ کھول دیا تھا ساری فضا شعلہ بار ہو رہی تھی اب ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی آتش فشاں پھٹ پڑا ہے، بہر حال ایسی حالت میں کسی بہتری کی امید فضول تھی، تب ہمارے کمانڈر نے معاملہ اللہ کے حوالے کیا اور خود بھی جنگ میں کود پڑا۔

آزادی کے ان دیوانوں پر حلقہ ہر لمحہ تنگ سے تنگ ہوتا جا رہا تھا لیکن اپنی گرفت مستحکم کرنے کی خاطر انگریز فوجیوں کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ اس تالاب کے پل کو پار کرلیں جس پر مصری پولیس متعین تھی، فوراً ہی ان کا ایک دستہ پل عبور کرنے بڑھا جس کا مصری پولیس نے گولیوں سے استقبال کیا اور پھر دونوں طرف سے فائرنگ ہونے لگی، اس طرح مصری پولیس کو بھی میدان میں کودنا پڑا، بعد میں انہوں نے دشمن کو پل سے دور رکھنے کی انتہائی کوشش کی لیکن دشمن کا زبردست دباؤ ہونے کی وجہ سے بالآخر مصری پولیس کو زبردست نقصان کے ساتھ پیچھے ہٹنا پڑا، اس وقت تک دشمن کی طاقت پورے ایک بریگیڈ میں تبدیل ہو چکی تھی جس کی مدد کو پانچ ٹینک اور پچاسوں بکتر بند گاڑیاں آگئی تھیں انگریزی کمانڈر ایک بڑی موٹر سے احکامات دے رہا تھا، واقعات صاف اشارہ کر رہے تھے کہ حالت انتہائی ابتر ہو چکی ہے پھر بھی آٹھ گھنٹہ بعد جا کر کہیں دشمن ہماری قوت کو پارہ پارہ کر پایا دشمن کا حلقہ تنگ ہو چکا اور یہ معلوم ہو چکا باوجود کہ اب کامیابی محال ہے، آزادی کے یہ عاشق اس وقت تک فائرنگ کرکے دشمن کو نشانہ بناتے رہے جب تک کہ ان کا سارا ذخیرہ ختم نہ ہو گیا، اسوقت انہوں نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن گولیوں نے لپک کر روک دیا، ان میں سے چند شہید ہوئے کئی زخمی ہوئے اور باقی قید وبند کی مصیبتیں جھیلنے کے لئے زندہ رہ گئے۔

اس معرکہ میں عمر شاہین اور احمد المبیتی نام کے ہمارے دو بہترین آدمی شہید ہوئے ان کے ساتھ ہی ہمارے اور بہت سے ساتھیوں نے جن میں مزدور کسان ہر پیشہ کے افراد شامل تھے آزادی پر اپنی جانیں نچھاور کردیں، باقی لوگوں نے فوجی جیل میں طرح طرح کے عذاب جھیلے جن کے زخموں کے نشانات ان کے بدن پر اس وقت تک دیکھے جاسکتے تھے جب انگریزوں نے اس خونی ڈرامہ کے آخری سین پر انہیں رہا کیا تھا۔

باقی

آئندہ

صابو صدیق مسافر خانہ مسجد کی توسیع

خدائے بزرگ و برتر محمد حاجی صابو صدیق کو غریق رحمت خاص کرے

کہ

ان کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں باب المکہ (بمبئی) میں مسافران حرم کیلئے ایک مسافر خانہ تعمیر ہوا، اور آج تک اس مسافر خانہ میں بغیر کرایہ لئے لوجہ اللہ الکریم مسافران حرم کو ٹھہرایا جاتا ہے، ہر سال بیرون بمبئی کے عازمین حج بیک وقت بڑی تعداد میں اس مسافر خانہ میں قیام پذیر ہوتے ہیں، لہذا پچھلے چند سالوں سے مسافر خانہ کی مسجد مصلیوں کیلئے ناکافی ہو رہی ہے اور اب بہت جلد اس مسجد کی توسیع کا کام شروع کر دیا جائیگا، چونکہ یہ مسافر خانہ سرمایہ ملی ہے، لہذا ہم تمام مسلمانوں سے مؤدبانہ گذارش کرتے ہیں کہ وہ اس کار خیر میں حصہ لیکر ملت کے اس سرمایہ کی حفاظت کریں اور عنداللہ عظیم ماجور ہوں۔

عطیہ رقوم منیجر محمد حاجی صابو صدیق مسافر خانہ کرناک روڈ بمبئی ۳ کے پاس بھیجکر رسید حاصل کریں۔

"سول ایجنسیاں"

(۱)

— اودھ جنرل اسٹورس

امین آباد لکھنؤ

(۲)

ایم ایس ظہیر برادرس جین گنج کانپور

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

تحریر استاذ ملحم التل ——— ترجمہ اقبال احمد اعظمی ندوی

سال بیت چکے ہیں اور ہم ہیں کہ ابھی تک یوم فلسطین منا رہے ہیں، اس طویل عرصہ میں کسی نے اپنے دل سے یہ حقیقت دریافت کرنے کی زحمت نہیں کی کہ فلسطین کو دوبارہ واپس لینے اور عربوں کے وجود اور اس کے مستقبل کو ہلاکت اور زوال سے بچانے کیلئے ہم کس طرح کی تیاریاں کر رہے تھے، ہم خود بھی خود فریبی میں مبتلا رہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی دھوکے میں رکھا، ہم دھواں دھار وشعلہ بار تقریروں، اور بے حقیقت باتوں میں مبتلا خواب غفلت میں سوتے رہے، ہم اس انتظار میں رہے کہ آسمان سے کوئی معجزہ نازل ہوگا اور وہ ہمارے دشمنوں کا صفایا کرکے ہم کو ان پر غلبہ بخش دے گا، اور اس بات کو بھول گئے کہ اب آسمان سے ہرگز ابابیل کا دستہ دشمنوں کو پتھر مار کر ہلاک کرنے کے لئے نہیں اترے گا، اسلئے کہ ہم مسلمان اپنے دشمنوں سے دشمنی سے پہلے اپنے آپ سے، اپنی عزت اور شرافت سے دشمنی کرنے لگے ہیں، اگر آسمان سے ابابیل کا دستہ آتا بھی ہوگا تو ہمارے لئے نہیں اترے گا اس لئے کہ یہ اللہ کا اٹل قانون ہے کہ اللہ تعالے کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اندر تبدیلی نہ پیدا کریں۔

فلسطین کو ہمارے ہاتھوں سے نکلے ہوئے بیس سال ہو گئے ۴۸ء سے جب سے فلسطین ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے یہ بات عام اور مشہور ہو گئی ہے کہ جو چیز طاقت وقوت کے زور سے لی جاتی ہے، اسی قوت ہی کے زور سے واپس بھی لی جاسکتی ہے۔ قوت حاصل کئے بغیر گولی چلانا خودکشی کرنا ہے وہ عربی فوج جس کے فرض منصبی میں تھا کہ مسئلہ فلسطین کی خدمت کے لئے بالکل تیار اور مستعد رہے اسکو انانیت اور نفسانی بیماریوں نے پارہ پارہ کرکے رکھ دیا اور بہترین عرب کمانڈر کو غلط سیاست نے شرف وبزرگی، اور بہادری کے میدانوں سے دور ڈالدیا ہے، اور وہ لوگ جو پانچ جون سے پہلے ان کارناموں کے تذکرے سے ڈرایا کرتے تھے، دیکھتے ہی دیکھتے ان کو انتہائی غلط سیاست نے کہیں کا نہ رکھا۔

اور جب عرب مورچے پانچ جون کی شرم وعار کی آگ سے کھوئی اٹھے اور وہ لوگ جنہوں نے سرزمین عرب کو اپنی تجارت، اپنی سیر وتفریح کا میدان بنایا تھا، جب وہ بھی اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنے لگے تو انھوں نے وہی چیز دہرائی جس سے وہ لوگ ڈرا کرتے تھے جو بلند نعروں اور جھوٹی تالیوں سے دھوکے میں نہیں آئے تھے۔

پانچ جون کو عربوں کو اس عظیم حادثہ سے دوچار ہوئے، ایک سال ہو گیا، جو پوری تاریخ کا عظیم حادثہ ہے کیا کوئی ایسا انسان جو میرے اس سوال کا جواب دے سکے کہ آخر کب تک پانچ جون کی یاد میں جلسے کیا کریں؟ کیا ہمارے طرز اور سوچنے کے انداز میں اس عظیم حادثہ کے بعد سے کوئی تبدیلی پیدا ہوئی ہے؟

کون ہے جو عرب عوام کے مستقبل کی ذمہ داری لیتا ہے جبکہ ہم بیس سال سے اس خیال میں تھے کہ ہماری امت نے فلسطین کے واپس لینے کی ہر طرح کی ضروری تیاریاں کرلی ہیں، کیونکہ ہم نے متعدد اور بے شمار تقریبات سے یہی سنا کہ ہماری قوت، ہماری تیاری، ہمارے سپہ سالاروں کی اسکیمیں فیصلہ کن جنگ کے لئے بالکل تیار ہیں، لیکن اچانک جون کی شکست کے بعد یہ حقیقت فاش ہوئی کہ وہاں سرے سے کسی قسم کی کوئی جنگی تیاری تھی ہی نہیں بلکہ ہم مسئلہ فلسطین کا سہارا لیکر اپنا الو سیدھا کرتے رہے اور اپنی تجارت کو فروغ دینے کی کوشش کرتے رہے۔

ہر کو اپنے دل سے اور اپنے لوگوں سے سچ کہنا چاہئے، انہوں سے سچ بات کہنے میں بھی وزنی عقل اور صحیح رہنمائی کرنے والی اسکیم کارآمد نہیں ہوگا۔

مثال کے طور پر ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں کہ ایک عرب شہر میں کسی شہید کے سلسلہ میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا ایکے بعد دیگرے مقررین نے شعلہ بار تقریریں کیں، ان میں سے ہر ایک نے دشمن کو ہلاکت وتباہی کی وعیدیں سنائیں ہر طرح کی دھمکی دی اور بتایا کہ عرب اب بہت کچھ کرنے والے ہیں اور بہت کچھ تیاریاں کر رہے ہیں۔

جلسہ کے اختتام کے بعد ایک شخص کے دل میں یہ سوال ابھرا کہ وہ ذرا اپنے آپ سے پوچھے کہ ان مقررین نے اپنی امت، اپنے ملک کی زندگی میں کیا کارنامہ انجام دیا، ان وعیدوں اور دھمکیوں کو پورا کرنے کی کیا ضمانت ہے جسے ان مقررین نے سنائی ہیں، گویا سارے معاملات کی باگ ڈور انہیں کے ہاتھ میں ہے

جب تک عرب باشندے حقائق تسلیم کرنے اور اسکو بروئے کار لانے میں موثر فعال ثابت نہ ہوں گے اسوقت تک ان کا مستقبل ہمیشہ خطرے میں رہے گا۔

اور جب تک عرب باشندے اپنی بات پوری آزادی، بغیر کسی خوف کے نہیں کہیں گے اسوقت تک عقل کی آواز اپنے واجبی کردار کو نہیں ادا کرسکتی۔

چھاپہ مار جوانوں کے بارے میں کچھ نہ کہو، یہی تو ایک امت کے معزز ہونے شریف ہونے کی نشانی رہ گئے ہیں، یہی تنہا اپنے پاک خون سے شرم وعار کے دھبے کو دھو رہے ہیں۔

اسی طرح اب تک جو کچھ کام انجام پائے ہیں ان کے بارے میں بھی کچھ عرض نہیں کرنا ہے اس لئے کہ ان کی قدر وقیمت سے مجھے انکار نہیں، نہ ان کے نتائج کی ضرورت ہی سے انکار ہے، لیکن ہم کو اس بات کا اعتراف کرنا اور اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے کہ ہماری سیاست اور پروپیگنڈے کی کامیابی سے سرزمین عرب کا ایک بالشت بھی واپس نہیں مل سکتا جب تک ہم خود طاقت ور اور مضبوط نہ ہوں۔

بقیہ: عرب نغمہ نشوتم ہنوز بے خبر است

اشتراکیت اور سرمایہ داری اسلام کے اصل مزاج سے مختلف ہیں، وہ ایک نظام عمل نظام کا متلاشی تھا، جو موجودہ معاشیات کا حل پیش کرکے مغربی نظام کے بالمقابل ایک اعلی جاندار تعلیمی نظام [illegible] کی صلاحیتیں ذاتی مناظرات [illegible] اس قدر ضائع ہو چکی تھیں کہ انھیں موقع نہ مل سکا کہ وہ متحد ہو کر جدوجہد کر سکیں حالات حاضرہ کی ضروریات کے اسلام کا واضح تصور اور مسلک پیش [illegible] حالات میں ایسے طبقے سے اسلام [illegible] کی امید رکھنا جس کے لئے اپنی روایات ہو چکی ہوں، مانوس نامانوس [illegible] اور جانی پہچانی چیزیں [illegible] فضول تھا، کسی نئے طبقہ کبھی [illegible] میں زندگی تلاش کرنے لگا کبھی [illegible] میں اور کبھی سرمایہ داری میں؟ [illegible] ذمہ دار کون ہے؟ مغربی سرمایہ دار [illegible] اشتراکیت؟ اس کا ذمہ دار علماء کا طبقہ اور گروہ ہے، جو ایک اسلام [illegible] واضح جیتا جاگتا معاشی، سیاسی [illegible] نظام پیش کرنے سے قاصر رہا اور [illegible] نسل کو کارل مارکس، برگساں [illegible] کے ہاتھ میں بے بس چھوڑ دیا [illegible] کا یہ کہنا حق بجانب ہے کہ مغربی [illegible] کی بنیاد مادیت ہے بغیر اسلام [illegible] "الفقر فخری" فقر کو فخر کو ترجیح [illegible] ہے لیکن یہاں ہمارے علماء یہ [illegible] کر جاتے ہیں کہ اسی پیغمبر اسلام [illegible] پناہ بھی مانگی ہے اور اسی طرح [illegible] وقت شدت اور تنگی وخوشی [illegible]